رحمة الله عليه

حضرت علی هجویری

المعروف

رحمة الله عليه

حضرت داتا گنج بخش

تحریر و تحقیق: راؤ جاوید اقبال

Marfat.com

Marfat.com

DATA ENTERED

حضرت علی ہجویریؒ

المعروف

حضرت داتا گنج بخشؒ

تحریر و تحقیق

راؤ جاوید اقبال

تخلیقات

تخلیقات: علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ، لاہور-فون: 042-37124933
ویئر ہاؤس: 6-بیگم روڈ، مزنگ لاہور- فون: 042-37238014
takhleeqat@yahoo.com :ای میل www.takhleeqatbooks.com

Marfat.com

Marfat.com

حضرت علی ہجویریؒ

المعروف

حضرت داتا گنج بخشؒ

تحریر و تحقیق

راؤ جاوید اقبال

تخلیقات

تخلیقات: علی پلازہ، 3 مزنگ روڈ، لاہور- فون: 042-37124933

ویئر ہاؤس: 6- بیگم روڈ، مزنگ لاہور- فون: 042-37238014

ای میل: takhleeqat@yahoo.com www.takhleeqatbooks.com

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب : حضرت علی ہجویریؒ
المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ

ناشر : ''تخلیقات'' لاہور

اہتمام : لیاقت علی

تاریخ اشاعت : 2011ء

ٹائٹل : سعید ابراہیم

پرنٹر : اکرم پریس، لاہور

ضخامت : 160 صفحات

قیمت : -/150 روپے

Marfat.com

انتساب

احمد ایاز لاہوری

گورنر و معمار لاہور

کے نام

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

☆ ایک شعر -- 11
☆ حضرت مخدوم سیّد ابوالحسن علی ہجویریؒ ---------------------------- 12
بحضور سیّد ہجویر مخدوم اممؒ نذرانہ عقیدت از حکیم نیّر واسطی ------------ 13
☆ داتا گنج بخشؒ ۔و۔ علامہ اقبالؒ ---------------------------- 14
☆ گنج بخش فیض عالمؒ ---------------------------------- 15
☆ منقبت بحضور علی بن عثمان مخدوم ہجویریؒ ---------------------------- 16
☆ منقبت گنج بخشؒ ---------------------------------- 17
☆ شجرہ طیبہ طریقت حضرت گنج بخشؒ ---------------------------- 18
☆ حرفِ اوّل -- 20
☆ عورتوں کیلئے زیارت قبور......؟ ---------------------------- 23
☆ اِنجِنا -- 25
☆ مزارات وتبرکات کے فیوض وبرکات ---------------------------- 27
سوانح حیات حضرت سیّد علی بن عثمان المعروف بہ داتا گنج بخش ہجویریؒ 35
☆ نام ونسب -- 35
☆ ولادت -- 37
☆ سیاحت وحصول علم ---------------------------------- 38

Marfat.com

☆ اساتذہ کرام -- 39
☆ سلسلہ طریقت -- 40
☆ لاہور آمد -- 41
☆ اخلاقی حالت کی پستی -- 42
☆ مسجد کی تعمیر -- 43
☆ سونے کا دروازہ -- 48
☆ تصانیف -- 48
☆ کشف المحجوب -- 49
☆ کشف المحجوب اور مغربی مفکرین -- 50
☆ کشف المحجوب سے ماخوذ چند حکایات وملفوظات -- 53
☆ بلندی مدارج کا زینہ -- 53
☆ غلاموں کے غلام -- 54
☆ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مرتبہ -- 54
☆ لذت نفس اور حصول مراد -- 55
☆ کشادہ دستی کا نتیجہ -- 55
☆ ماں کے حقوق -- 56
☆ حسب ونسب اور اعمال صالح -- 56
☆ تجزیہ نفس -- 57
☆ ہاتھ کی انگلیاں -- 57
☆ صبر وحلم کی آزمائش -- 58
☆ ایمان کامل -- 59
☆ تقلید رسولؐ کا ثمر -- 59
☆ آداب واحکام -- 60

Marfat.com

☆ اہل علم اور شاھی دربار ---------- 61
☆ مہمان نوازی ---------- 62
☆ خواہش نفس سے توبہ ---------- 62
☆ مستقل مزاجی ---------- 63
☆ ڈاکہ زنی سے توبہ ---------- 63
☆ حاکم وقت اور درویش ---------- 64
☆ شور وغل ---------- 65
☆ ملامتِ نفس ---------- 66
☆ تجزیہ نفس ---------- 66
☆ بھاٹی دروازے کا جھگڑا ---------- 66
☆ حضرت داتا گنج بخشؒ کے چند زریں اقوال ---------- 68
☆ شادی ---------- 70
☆ وصال ---------- 70
☆ مقام تدفین ---------- 71
☆ مزار حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ ---------- 72
☆ شاہی قلعہ لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ کا مزار ......؟ ---------- 73
☆ داتا دربار پر بجلی کی سپلائی ---------- 83
☆ فیض وبرکت ---------- 85
☆ بادشاہوں کی مزار پر حاضری: ---------- 86
☆ رنجیت سنگھ کی عقیدت: ---------- 86
☆ خلفاء: ---------- 87
☆ حضرت شیخ اسماعیل لاہوریؒ ---------- 88
☆ مزار حضرت شیخ اسماعیل لاہوریؒ ---------- 89

Marfat.com

☆ حضرت میراں حسین زنجانیؒ ---------------------------------- 91
☆ حضرت یعقوب زنجانیؒ ---------------------------------- 100
☆ حضرت موسیٰ زنجانیؒ ---------------------------------- 106
☆ حضرت حسام الدین لاہوریؒ ---------------------------------- 111
☆ حضرت پیر غازی ازغیبؒ ---------------------------------- 113
☆ حضرت ابوسعید ہجویریؒ ---------------------------------- 116
☆ حضرت احمد حمادی سرخیؒ ---------------------------------- 118
☆ سجادہ نشین حضرت علی ہجویریؒ ---------------------------------- 120
☆ حضرت شیخ ہندیؒ ---------------------------------- 120
☆ حضرت شیخ لطفیؒ ---------------------------------- 125
☆ حضرت شیخ مراد اللہؒ ---------------------------------- 127
☆ حضرت شیخ لطیف اللہؒ ---------------------------------- 128
☆ حضرت شیخ سلیمانؒ ---------------------------------- 129
☆ حضرت شیخ عثمانؒ ---------------------------------- 130
☆ حضرت شیخ مرادؒ ---------------------------------- 131
☆ حضرت شیخ بڈھاؒ ---------------------------------- 132
☆ حضرت شیخ ضیاء الدین ---------------------------------- 134
☆ واقعہ نصف شب کی کہانی مولانا نیازی صاحب کی زبانی ---------------------------------- 153
☆ اصل واقعہ ---------------------------------- 153
☆ حضرت علی ہجویریؒ کے عرس مبارک پر دودھ کی سبیل ---------------------------------- 158

......☆☆☆......

Marfat.com

شہر لاہور کہ ہے سجدہ گہہ اہل نظر

مرد ہجویر کا نقشِ کفِ پا رکھتا ہے

(حکیم نیر واسطی)

Marfat.com

حضرت مخدوم سیّد ابوالحسن علی ہجویریؒ

سیّد ہجویر مخدوم اُمم
مرقد اوپیر سجر را حرم

بند ہائے کوہسار آساں گریخت
در زمینِ ہند تخم سجدہ ریخت

عہدفاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزت اُم الکتاب
از نگاہش خانہء باطل خراب

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

عاشق وہم قاصد طیار عشق
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

(حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ)

Marfat.com

بحضور سیّد ہجویر مخدوم اممؒ

نذرانہ عقیدت از حکیم نیّر واسطی

مطرب عشق عجب ساز و نوا رکھتا ہے
دل کے ہر پردے میں ہنگامہ بپا رکھتا ہے

عظمت فقر ہے ہر حال میں تابندہ جمال
لالہ صحرا میں بھی شاہانہ قبا رکھتا ہے

صحنِ مئے خانہ کہ ہے مہبط انوارِ خدا
قبلہ حاجت و محراب دُعا رکھتا ہے

اللہ اللہ رے فیضانِ در پیر مغاں
مستِ جام مئے اندوہ ربا رکھتا ہے

شہر لاہور کہ ہے سجدہ گہہ اہل نظر
مرد ہجویر کا نقشِ کفِ پا رکھتا ہے

......☆☆☆......

Marfat.com

داتا گنج بخشؒ ۔ و ۔ علامہ اقبالؒ

از: طارق سلطانپوری حسن ابدال

سیّد ہجویر کے اقبال بھی تھے بانیاز
معتقد تہ دِل سے تھے داتا کے وہ دانائے راز

محترم ہیں حق نگاہانِ حرم اقبال کے
سیّد ہجویر "مخدوم اُمم" اقبال کے

مرقد داتا کو لکھا پیر سنجر کا حرم
یوں کیا واضح مقام سیّد والا حشم

حضرت داتا کا بھی اُن پر تھا غایت التفات
محرمان راز کو معلوم ہیں کچھ واقعات

جو ولی ہے جانتا ہے رتبہ و جاہِ ولی
اولیائے پاک رکھتے ہیں مکمل آ گہی

......☆☆☆......

Marfat.com

گنج بخش فیض عالمؒ

سلام اے سیّد ہجویر قطب الاولیاء
سلام اے مرکزِ توحید انوارِ آلہ
گوہر نایاب تو ہے موجِ بحر نورِ حق
حق پناہ و حق نگر حق گو حقیقت آشنا
یہ زمین تیری ہے تیرے چاہنے والوں کی ہے
ابتدا ہے لا الٰہ اس کی یہی ہے انتہا
توڑنا ہے پھر ہمیں گویا طلسم سامری
گنج بخشؒ فیض عالم ہویدِ بیضا عطا
یا علی مخدوم ہجویری یہ ہے تیرا کرم
سر زمین پاک میں ہے آج نام کبریا
گنج بخشؒ فیضِ عالم مظہر نورِ خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

(واصف علی واصف)

Marfat.com

منقبت بحضور علی بن عثمان مخدوم ہجویریؒ

سراپا اسوہ خیر البشر مخدوم ہجویری
خدا کی بارگہہ میں معتبر مخدوم ہجویری
تمہارے نام سے تاریکیوں کا رنگ اڑتا ہے
تمہاری ذات ہے حسنِ سحر مخدوم ہجویری
پئے تبلیغ دیں ہجویر سے لاہور آئے ہیں
کیا حق کے لیے تم نے سفر مخدوم ہجویری
نشانِ منزل حق دے گئے برگشتہ لوگوں کو
دکھا کر دین حق کی رہگزر مخدوم ہجویری
جلا کر مشعلِ ایمان تمہی نے اہل باطل کے
منور کردیئے قلب و نظر مخدوم ہجویری
اُجالوں کے سلام آئے ہیں تم پر راہ ہستی میں
اندھیروں نے کیا تم سے مفر مخدوم ہجویری
سجا کر پھول لفظوں کے ہوا ہے حاضر خدمت
حمید صابری سا بے ہنر مخدوم ہجویری

(پیرزادہ حمید صابریؔ)

Marfat.com

منقبت گنج بخشؒ

اے آبروئے ملت بیضا کے پاسباں
لاہور تیرے دم سے عروس البلاد ہے

دیتا ہے زیب تجھ کو لقب گنج بخشؒ کا
با ب کرم کی ہاتھ سے تیرے کشاد ہے

آباد تیرے فیض سے ہے سرزمین پاک
ہر فرد تیری چشمِ عنایت سے شاد ہے

اسرار معرفت ہوئے تجھ پر عیاں کہ تو
شہبازِ فقر سیّد عالی نہاد ہے

مسلک ترا ریاضتِ باطن کی راہ میں
طاغوت کے خلاف سراپا جہاد ہے

رک جائے جس سے یورشِ آلام روزگار
وہ تیرا نام پاک ہے وہ تیری ذات ہے

(حافظ محمد افضل فقیر)

Marfat.com

شجرہ طیبہ طریقت
حضرت گنج بخشؒ

ہو رقم کس سے تمہارا مرتبہ گنج بخشی
ہیں ثناء خواں آپ کے شاہ و گدا گنج بخشؒ
بحر غم میں ہوتی ہے زیر و زبر کشتی میری
لو خبر بہرِ محمدؐ مصطفےٰ یا گنج بخشؒ
مہرباں ہوکر ہماری مشکلیں آساں کرو
صدقہ حضرت علیؓ مرتضیٰ یا گنج بخشؒ
از پئے خواجہ حسن بصری مجھے ہونے نہ دو
پھندۂ حرص و ہوا میں مبتلایا گنج بخشؒ
از برائے طاعت حضرت حبیب عجمیؒ کرد
نور ایماں سے منور دل میرا یا گنج بخشؒ
حضرت داؤد طائیؒ پیر کامل کے طفیل
کیجئے سب حاجتیں سب کی روایا گنج بخشؒ
از پئے معروف کرخی خواب میں آکر مجھے
چہرۂ انور دکھا دو برملا یا گنج بخشؒ
از برائے سری سقطیؒ رہے لب پہ میرے
اسمِ اعظم آپ کا جاری سدا یا گنج بخشؒ

Marfat.com

از پئے الطاف تکریم و فیوضات جنیدؒ
ہو ہمارے حال پر نظر عطا یا گنج بخشؒ
از برائے حضرت بوبکر شبلیؒ نامدار
ہو ہمارے دل کا حاصل مدعا یا گنج بخشؒ
از برائے ابو الفضل ختلیؒ رہے جلوہ نما
ہر گھڑی دل میں تصور آپ کا یا گنج بخشؒ
یا علی مخدوم ہجویری برائے ذات خویش
غیر کا ہونے نہ دو ہم کو گدا یا گنج بخشؒ
جب نظر لطف و کرم کی شیخ ہندی پر پڑی
کردیا قطرے سے دریا آپ نے یا گنج بخشؒ
حضرت خواجہ معین الدینؒ فریدالدینؒ کو
گنج عرفان آپ کے در سے ملایا گنج بخشؒ
اس بشر کے ہوگئے فوراً سبھی مطلب روا
صدق سے اک مرتبہ جس نے پڑھایا گنج بخشؒ
آپ کے دربار عالی میں کیا جس نے سوال
آپ نے ہے بخشا گنج بے بہایا گنج بخشؒ
کس کے در پر یہ ظہور الدین کرے جاکر سوال
آپ کے دربار عالی کے سوایا گنج بخشؒ

(ظہورالدین)

Marfat.com

حرفِ اوّل

خداوند قدوس کے مبارک نام سے ابتداء جس کی بے شمار نعمتیں بے کراں رحمتیں بلا امتیاز نوح انسانی پر برستی ہیں اور اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر شعور محض اس لیے دیا کہ وہ اس کی تخلیق میں غور کرے۔ اللہ تعالیٰ نے لاہور شہر کو سیاسی سماجی تاریخی اور مذہبی حوالے سے ایک اہم مقام عطا کیا ہے۔ یہ شہر زمانہ قدیم ہی سے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا مسکن رہا ہے۔ جو مشعل نور و سوز و ساز عشق و محبت و خلوص صدق و صفاف لطف و عطا جود و سخا مہر و وفا، حب ولا کے پیکر تھے۔ لوگوں کی بھلائی کے لیے اللہ کے یہ بندے ذہنی غلامی و پابندی سے آزاد نفع و نقصان کے خوف سے پاک محبت اخوت، ایثار، مساوات، سچائی، خلوص بانٹتے دور دراز سے بے شمار سفری صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اس وقت سے کہ جب اسلام آیا ہر دور میں یہاں آتے رہے ہیں اور رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ بزرگان دین کا روحانی فیض خاص و عام کے لیے یکساں ہوتا ہے۔ ان کی

Marfat.com

تعلیمات وارشادات طالبان راہ حق کے لیے قلب وروح کی بالیدگی کا موجب بنتی ہیں اور ہر مرتبہ واستداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ان صالح لوگوں نے اپنی حیات مبارکہ میں کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرایا اور اپنی روحانی قوت کے ذریعے بے شمار گم گشتگان بادیہ کفر وضلالت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اوران کے سینوں کو دین کی روشنی سے منور فرمایا۔

لاہور ہمیشہ سے مرکز اسلام رہا ہے۔ یہ شہر آج بھی اپنے دامن میں ہزاروں اسلامی یادگاروں کو لیے ہوئے ہے۔اس شہر کی مٹی تلے بے شمار''اولیاء کرام''آسودہ خاک ہیں۔جنہوں نے اپنے اپنے دور میں دین اسلام کی بے پناہ خدمت کی اور بے شمار غیر مسلم ان کی مساعی جمیلہ اوراخلاق حمیدہ سے متاثر ہوکر مشرف با اسلام ہوئے۔انہی مبلغ اسلام میں سے ایک نام حضرت علی ہجویری بن عثمان المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔جن کی مخلصانہ کوششوں کی بدولت آج برصغیر میں اتنی بڑی تعداد میں لوگ مسلمان کہلوانے کے دعویدار ہیں۔آپؒ کے حیات مبارکہ پر لاتعداد کتب شائع ہو چکی ہیں۔مگر بندہ نے اس ادنیٰ کاوش میں آپؒ کی حیات مبارکہ اوردینی خدمات کے علاوہ آپ کے ہم عصر اولیاء کے پوشیدہ واقعات کومنظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔جوشمع رسالت کے ان پروانوں نے اپنی حیات مبارکہ میں سرانجام دیئے۔حضرت داتا گنج بخشؒ کی حیات مبارکہ پر یہ کتاب ایک سند کے حیثیت رکھتی ہے۔بندہ نے اپنے طور سے ہرممکن کوشش کی ہے کہ

Marfat.com

زیادہ سے زیادہ معلومات قاری تک پہنچائی جائیں کرم فرماؤں سے درخواست ہے کہ کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اصلاح کیجئے گا تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔

خدا تعالیٰ کے حضور دُعا گو ہوں کہ اس کتاب کی تحقیق و تدوین میں کوئی کوتاہی سرزد ہو گئی ہو تو معاف فرمائے۔ (آمین)

راؤ جاوید اقبال

10 دسمبر 2010

0300-4411152

٩٤٠١٦

Marfat.com

عورتوں کیلئے زیارت قبور......؟

''اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی آرائش یعنی زیور کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیا کریں مگر جو اُس میں سے کھلا رہتا ہو اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں اور اپنے خاوند اور باپ اور سسر اور بیٹوں اور خاوند کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (ہی قسم کی) عورتوں اور لونڈی غلاموں کے سوا نیز اُن خدام کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھیں یا ایسے لڑکوں کے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ (غرض ان لوگوں کے سوا) کسی پر اپنی زینت اور سنگار کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دیں اور اپنے پاؤں (ایسے طور پر زمین پر نہ ماریں) کہ (جھنکار کانوں میں پہنچے) اور ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو سب خدا کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ۔''

(سورۃ النور آیت 31)

''عورتوں کیلئے زیارت قبور میں تین قول ہیں!

ایک ''منع مطلقاً لقوله علیه السلام لعن اللہ زوارت القبور۔''

Marfat.com

دوسرا جواز "مطلقاً لقوله عليه السلام كُنت نهيتكم عن زيارةِ القبور فزورُ هافانها تذهد فى الدنيا وتذكر الاٰخرة، الحديث قالو لمانسخ النهى بلغ الرخصتد الرجال والنساء جميعا."

تیسرا قول "تفصیل اس طرح کہ اگر مقصود زیارت سے ندبہ ونوحہ وغیرہ کرنا ہو تب تو حرام وھو محمل قولہ علیہ السلام الاوّل۔ اور اگر عبرت اور برکت کیلئے ہو تو بوڑھیوں کو جائز وھو محمل قولہ علیہ السلام الثانی۔ اور جوانوں کو ناجائز جیسا مساجد میں آنا، بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ "لو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ما احدث النساء بعدہ لمنعن کما منعت نساء بنی اسرائیل" یہ تفصیل ردالمختار میں خیر رملی سے نقل کر کے کہا ہے وھو توفیق حسن اہ۔ اور اس حکم میں عربیات وعجمیات سب برابر ہیں، ہماری شریعت اَسود واَحمر کیلئے یکساں ہے، واللہ اعلم۔" (امداد الفتاویٰ، کتاب الخظر والاباحۃ، صفحہ 134-133 جلد2۔ از مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی، بھارت 1346ھ)۔

☆☆☆

Marfat.com

اِنحِنَا

اِنحِنَا (یعنی کسی کی تعظیم کیلئے جھکنا اور پیٹھ دُہری کرنا) شرعاً مکروہ (ناپسندیدہ) ہے مگر جاننا چاہیے کہ ہر عمل دراصل نیت کے ساتھ وابستہ ہے، اگر مقصود کوئی اور فعل، اِنحِنَا خود مقصود نہیں بلکہ جھکنے کی حالت وصورت اس فعل کو انجام دینے کا وسیلہ وذریعہ ہے تو ایسے جھکنے کی ہرگز ممانعت نہیں ہے، جیسا کہ عالم دین یا سلطانِ عادل، یا والدین کی تعظیم وخدمت کیلئے ان کا گھوڑا باندھنا یا کھول کرلانا، وضو کرانا، پاؤں دُھلانا، بستر بچھانا، انہیں بستر پر لٹانا، ان کی جوتیاں اٹھانا، یا ان کے پاؤں میں پہنانا، یا ان کی جوتیاں سیدھی کرنا وغیرہ یہ سب افعال، تعظیم وتکریم ہی ہیں اور ان کیلئے جھکنا ضرور ہوگا مگر یہ اِنحِنَا ہرگز ممنوع نہیں کیوں کہ ان افعال سے مقصود تعظیم ہے نہ کہ جھکنا۔ یعنی یہ کام کرنے کیلئے اگر جھکنا پڑے تو اصل مقصد وہ کام ہوگا، اصل مقصد جھکنا نہ ہوگا اور جُھکے بغیر یہ کام ہوسکیں تو پھر جھکنے کی بات ہی نہ ہوگی۔ کُتب احادیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سعادت حاصل تھی کہ وہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر مبارک بچھاتے، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک جوتیاں (نَعلَین مُقدّس) اٹھا کر اپنے پاس رکھتے اور مجلس سے اُٹھتے وقت وہ، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدموں میں رکھتے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وضو کراتے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب دُرِمختار میں ہے کہ ماں کے قدموں کو چومنا ایسا ہے جیسا کہ جنت کی چوکھٹ کو چومنا...... بوسۂ قدم کیلئے جھکنا پایا جائے گا مگر یہ جھکنا بوسۂ قدم کے لئے ہوگا، اس کا اصل مقصد جھکنا نہیں ہوگا۔ اس لئے قدم بوسی وغیرہ کیلئے جھکنے کو سجدہ قرار دینا یا حرام وناجائز کہنا غلط ہوگا۔ شریعت وسنت میں سجدۂ عبادت، اللہ کے ساتھ خاص ہے، اللہ کے سوا کسی کو عبادت کی نیت سے سجدہ نہیں کیا جا سکتا، اگر اللہ

Marfat.com

کے سوا کسی کو عبادت کے لائق سمجھا جائے اور اسے سجدہ کیا جائے تو یہ شرک ہے۔ کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اسے سجدہ کرنا حرام ہے اور ایسا سجدہ کرنے والا گناہ گار ہے۔ ماں کی قبر کو پائینتی کی طرف سے چومنا یا والد کی قبر کو سرہانے کی طرف سے چومنا، یا کسی بزرگ کے مزار یا اس کے غلاف کو چومنا اور ایسا کرنے کیلئے جھکنا، ہرگز سجدہ نہیں ہے، لیکن بزرگوں کی تعلیم یہی ہے کہ ایسا کرتے ہوئے بھی (بالخصوص علماء و مشائخ) احتیاط ملحوظ رکھیں کیوں کہ ایسا کرنے والے کی نیت سے دیکھنے والے سب لوگ آگاہ نہیں ہوتے، ہوسکتا ہے کہ وہ بدگمانی کریں یا کسی کے عمل کو سند جان کر بے محل بجا لائیں، ایسی حالت میں اتنا کافی ہے کہ وہ آستانے کو ہاتھ لگا کر اپنی آنکھوں اور مُنہ پر پھیر لے۔

(مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی)

☆☆☆

Marfat.com

مزارات وتبرکات کے فیوض وبرکات

☆ امام نووی شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں علم کی کئی اقسام ہیں اور اس سے صالحین کے آثار سے تبرک (برکت) حاصل کرنا، علماء صالح بزرگوں کی زیارت کرنا، ان کی پیروی کرنا اور ان سے تبرک حاصل کرنا۔ زیر حدیث ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ، حضور نبی کریمؐ کے وضو کا (استعمال شدہ) پانی لے کر نکلتے تو (صحابہ کرام میں سے) کوئی اسے لیتا تھا (پینے کیلئے) اور کوئی (اسے اپنے منہ وغیرہ پر ملتا تھا)۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صالحین کے آثار سے برکت وتبرک حاصل کرنا، ان کے بچے ہوئے پانی اور کھانے (غذا کی چیزوں) اور لباس سے تبرک حاصل کرنا، جائز ہے۔

☆ ''ایک انگریز نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے یہ دیکھی کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا کہ اجمیر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر سلطنت کر رہا ہے۔ واقعی خواجہ (حضرت غریب نواز سیدنا معین الدین چشتی اجمیریؒ) کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت ہی عقیدت ہے۔ ان حضرات (اہل اللہ) نے اللہ کی اطاعت کی تھی، پھر دیکھیے کیا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔''

(کمالاتِ اشرفیہ، صفحہ 236، از مولانا اشرف علی تھانوی)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''فیوض الحرمین'' میں صراحت سے لکھا ہے

Marfat.com

کہ بزرگانِ دین نے جہاں نمازیں ادا کی ہوں ان جگہوں میں برکت ہوتی ہے اور وہاں نماز ادا کرنا فضیلت رکھتا ہے اور کاملین کے آثار دوسروں کے آثار سے ممتاز ہوتے ہیں۔

وہ ہمعات میں لکھتے ہیں کہ: ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ ومواظبت زیارت قبور ایشاں والتزام فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بہ تعظیم آثار اولاد ومنتسبانِ ایشان، اس سے معلوم ہوا کہ پابندی سے مشائخ کا عرس منانا، ان کی قبور (مزارات) کی پابندی سے زیارت کرنا، ان کے لئے فاتحہ خوانی کرنا اور صدقہ دینا اور ان کے آثار اولاد اور ان سے نسبت رکھنے والوں سے تعظیم کے ساتھ مکمل توجہ کا برتاؤ کرنا۔ وَلِنعم مَا قیل۔

بمقامے کہ نشانِ کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

☆ المستدرِک (امام حاکمِ) جلد چہارم، صفحہ 515، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدرآباد دکن اور مُسندِ احمد صفحہ 422 جلد 5 میں حدیث پاک ہے:۔

قال اقبل مروان یو مافوجدر جلا واضعاو جهه علی القبر فاخذ برقبته وقال اتدی ماتصنع قال نعم فاقبل علیه فاذا هوابو ایوب الانصاری رضی الله عنه فقال جئت رسول الله صلی الله علیه واله وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذاولیه اهله ولکن ابکوا علیه اذاولیه غیر اهله. (هذا حدیث صحیح الاسناد)

ترجمہ:۔ (گورنرِ مدینہ) مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو (رسول اللہ ﷺ) کی قبرانور پر

Marfat.com

چہرہ رکھے ہوئے پایا تو مروان نے اس شخص کو گردن سے پکڑا اور کہا کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ (اس نے) کہا، ہاں پس جب اس شخص کی طرف (مروان) نے توجہ کی تو اچانک (کیا دیکھا کہ) وہ حضرت ابوایوب انصاری تھے، تو (حضرت ابوایوب انصاری) نے فرمایا کہ میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے تھے کہ دین پر اس وقت نہ روؤ جب حکمران اہل ہو لیکن دِین پر اس وقت روؤ جب دین کا وَلی (حکمران) نااہل ہو۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (حضرت ابوایوب انصاری کا اشارہ مروان کی طرف تھا کہ تو نااہل حاکم ہے، اس لئے میں اپنے آقا کی خدمت میں آ کر رو رہا ہوں)۔

☆ بات یہ ہے کہ جب کوئی کامل اس دنیا سے گزر جاتا ہے تو عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بزرگ دنیا سے نابود ہو گئے، حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس موت کے بعد اس کامل کا وجود عرض و جوہر کے مرکب سے نکل کر سرتا پا جوہر ہو جاتا ہے اور اس طرح وہ اپنے کمال میں اور قوی تر ہو جاتا ہے“

(فیوض الحرمین (اردو) صفحہ 144، از حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی 1414ھ)

☆ ابوسنان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے ثابت (بنانی) کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اِینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ (بعد تدفین قبر میں) کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔“ (فضائلِ نماز صفحہ 67، از شیخ محمد زکریا)

☆ ”یہی نہیں کہ برزخ والے دنیا کے لوگوں کے کسی عمل کی اپنے تک پہنچنے کی تصدیق ہی کر دیتے ہیں بلکہ دنیا و برزخ کا رشتہ ایسا قائم ہے کہ برزخ والے دنیا والوں کو واقعات کی نشاندہی کے ساتھ ان کے بارہ میں ہدایات بھی دیتے ہیں کہ تم ایسا

Marfat.com

کرو......"

(عالم برزخ، صفحہ 34)

☆ "حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر لگا لیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، سو اس میں ایک آدمی معلوم ہوا جو (تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ الْمُلْک)

پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس کو ختم کیا۔ وہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور (اس واقعہ کی) آپ کو خبر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت حفاظت کرنے والی ہے، یہ سورت نجات دینے والی ہے، یہی مردہ کو عذاب الٰہی سے (جو کہ قبر میں ہوتا ہے) نجات دیتی ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ مشکوٰۃ صفحہ 480......ف حال کشف القبور، کشف القبور کبھی بلا قصد و اکتساب ہوتا ہے جیسے ان صحابی کو ہوا اسی لئے اس کو حال میں داخل کیا گیا اور کبھی کسب و ریاضت سے ہوتا ہے، بہر حال حدیث سے کشف القبور کا وقوع معلوم ہوا۔
متفرقات فیض باطنی اَز اہل قبور: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن مجید سننا موجب نفع باطنی ہے اور یہ نفع ان اصحابی کو بواسطہ صاحب قبر کے پہنچا، اس سے اہل قبور کے فیوض کا اثبات ہوتا ہے......"

(التکشف، صفحہ 664، از مولانا اشرف علی تھانوی)

☆ "اہل اللہ کے تبرکات میں اثر ہوتا ہے اور صحبت میں اس سے زیادہ اثر ہوتا ہے...... بزرگوں کی صحبت و زیارت بڑی چیز ہے، ان کا تو تصور بھی نافع ہے اور یہی اصل ہے تبرکات کی کیوں کہ ان کی چیزوں کو دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کی یاد سے دل میں نور آتا ہے، حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔" (کمالات اشرفیہ، صفحہ 68، مولانا اشرف علی تھانوی)

☆ "مرنے کے بعد اکثر فقراء کا تو نام بھی باقی رہتا ہے کہ ان کی جوتیاں تک

Marfat.com

آج سر پر رکھی جاتی ہیں بخلاف بادشاہوں کے کہ ان کی کھوپڑیاں بھی ماری ماری پھرتی ہیں غرض ان کی تو کھوپڑی تک کا بھی احترام نہیں ہوتا بخلاف اہل اللہ کے کہ ان کی جوتیاں تک محترم ہیں۔

☆ ''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ''انفاس العارفین''، مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی 1917ء، مشتمل بر حالات و واقعات حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ (والد گرامی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) میں لکھتے ہیں:

(ترجمہ): حضرت شاہ عبدالرحیم فرماتے ہیں، میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ کے مزارِ انور کی زیارت کیلئے گیا، اس خیال سے کہ مجھے اپنی خطا کار آنکھوں اور آلودہ بدن کو اس پاک جگہ میں نہیں لے جانا چاہیے، ان کے مزار کے قریب (کچھ فاصلے پر) ایک چبوترہ پر کھڑا ہو گیا۔ اس جگہ ان کی روح ظاہر ہوئی اور مجھے فرمایا کہ آگے آ جاؤ، میں (حکم کی تعمیل میں) دو تین قدم آگے بڑھ گیا، اس وقت میں نے دیکھا کہ چار فرشتے ایک تخت آسمان سے ان (خواجہ قطب الدین صاحب) کی قبر کے پاس اتار کر لائے، معلوم ہوا کہ اس تخت پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تھے، دونوں بزرگوں نے آپس میں راز و نیاز کی باتیں کیں جو (مجھے) سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ بعد ازاں فرشتے وہ تخت اٹھا کر لے گئے، خواجہ قطب الدین نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا آگے آ جاؤ، میں دو تین قدم اور بڑھا، اسی طرح وہ آگے بڑھنے کو فرماتے رہے اور میں قدرے بڑھتا رہا، یہاں تک کہ ان کے بہت قریب ہو گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ شعر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا کہ شعر ایک کلام ہے اس میں جو اچھا ہے وہ خوب ہے اور جو اس میں بُرا ہے، وہ خراب ہے۔ حضرت نے فرمایا، بارک اللہ (اللہ تمہیں برکت دے)۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اچھی آواز کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ حضرت نے فرمایا بَارَکَ اللہ۔ پھر فرمایا اگر یہ دونوں (اچھا کلام

Marfat.com

اور اچھی آواز) جمع ہو جائیں، تب تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا یہ تو نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے۔ فرمایا، بارک اللہ جو کچھ ہم سماع کرتے تھے وہ اس سے زیادہ نہیں تھا (یعنی اچھی آواز میں اچھا کلام سن لیا کرتے تھے)، تم بھی کبھی کبھی ایک دو شعر سن لیا کرو۔ میں نے عرض کی کہ خواجہ نقشبند کے ہوتے ہوئے آپ نے یہ بات کیوں نہ فرمادی؟ حضرت نے ان دو لفظوں میں سے ایک فرمایا کہ (خواجہ نقشبند کے سامنے کہنے میں) ادب نہیں تھا یا مصلحت نہیں تھی۔

(شاہ عبدالرحیم) فرماتے تھے، چوں کہ اس واقعہ کو مدت ہوگئی ہے اس لئے (ادب یا مصلحت میں سے) کون سا لفظ (خواجہ صاحب نے فرمایا) تھا، ذہن سے نکل گیا ہے۔ فرماتے تھے پھر ایک مرتبہ (حضرت خواجہ قطب صاحب کے) مزار شریف کی زیارت کو گیا، ان کی روح ظاہر ہوئی اور (مجھ سے) فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا، اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، چونکہ میری بیوی سن ایاس (ناامیدی کی عمر) کو پہنچ چکی تھی، میں نے گمان کیا کہ (خواجہ صاحب کے ارشاد سے) مراد، پوتا ہوگا۔ خواجہ صاحب میرے اس خیال سے آگاہ ہو گئے، فرمایا (جو تم گمان کر رہے ہو) میری مراد یہ نہیں، یہ بیٹا تیری صلب (پشت) سے ہوگا یعنی تمہارا ہی بیٹا ہوگا۔ ایک مدت بعد دوسری شادی کا خیال پیدا ہوا اور کاتب الحروف (اس تحریر کا لکھنے والا) فقیر شاہ ولی اللہ پیدا ہوا۔ شروع میں (میری پیدائش کے وقت) یہ واقعہ میرے والد حضرت شاہ عبدالرحیم کو یاد نہ رہا تھا، اس لئے انہوں نے میرا نام ولی اللہ رکھ دیا، پھر مدت کے بعد انہیں یاد آیا تو میرا دوسرا نام انہوں نے قطب الدین احمد رکھا فرماتے تھے کہ اکبر آباد (آگرہ) میں مرزا محمد زاہد کے درس سے واپس آتے ہوئے ایک لمبی گلی آ گئی، میں اس وقت شیخ سعدیؒ کے اشعار پڑھ رہا تھا اور ذوق ولطف پا رہا تھا۔ (اشعار کا ترجمہ) ''اللہ کی یاد کے سوا جو کچھ کیا ہے، عمر ضائع کی ہے۔'' ''عشق کے راز کو سمجھنے کے سوا جو پڑھا ہے، وہ بے کار ہے۔''

Marfat.com

''سعدی اپنے دل کی تختی کو حق کے نقش کے سوا ہر شے سے صاف کر دے۔'' وہ علم جو راہِ حق کی رہ نمائی نہ کرے وہ جہالت ہے۔ چوتھا مصرع ''علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است'' میرے ذہن سے نکل گیا، جس کی وجہ سے میرے دل میں بے چینی اور بے آرامی پیدا ہوگئی۔ اچانک میری دائیں جانب سے دو زلفوں والا، فقیری وضع والا، ملیح چہرہ مرد آیا اور (میرے ذہن سے نکل جانے والا چوتھا مصرع) اس نے کہا ''علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است'' میں نے کہا اللہ تمہیں جزادے بہت اچھی جزا کہ تم نے میرے دل سے بڑے خلجان واضطراب کو دور کر دیا۔ پھر میں نے اس مہربان کی خدمت میں پان کی دو گلوریاں پیش کریں تو وہ مسکرا دیا اور کہا کہ کیا یہ (بھولا ہوا مصرع) یاد دلانے کا اجر ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، مگر یہ شکرانہ ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں کھاتا۔ میں نے کہا کہ پان نہ کھانے سے احتراز شریعت بتاتی ہے یا طریقت؟ ہو سکے تو مجھے بھی بتائیں تاکہ میں بھی احتراز کروں۔ اس نے کہا یہ بات نہیں ہے۔ (نہ شریعت منع کرتی ہے نہ طریقت) لیکن میں نہیں کھاتا۔ پھر فرمایا مجھے جلدی جانا چاہیے۔ میں نے کہا کہ میں بھی جلد چلوں گا۔ اس نے کہا کہ میں بہت جلد جانا چاہتا ہوں، پس اس نے قدم اٹھایا اور گلی کے آخر پر جا رکھا، میں نے جان لیا کہ روح مجسم ہے۔ (پان نہ کھانے کی وجہ بھی یہی تھی)۔ میں پکار اٹھا کہ اپنے نام سے تو آگاہ کر دیجئے تاکہ (ایصالِ ثواب) کیلئے فاتحہ پڑھا کروں گا۔ اس نے کہا (جس کا تم کلام پڑھ رہے تھے وہ) سعدی یہی فقیر ہے (یعنی میں ہی شیخ سعدی ہوں)...... (شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ) اس فقیر (شاہ ولی اللہ) نے ان دوست احباب سے سنا ہے جو اس واقعہ کے وقت حاضر تھے کہ (میرے والد) حضرت (شاہ عبدالرحیم) قصبہ ڈاسنہ میں مخدوم شیخ الٰہ دیا کی زیارت کیلئے ان کے مزار پر گئے تھے اور رات کا وقت تھا، اس جگہ آپ نے فرمایا کہ (صاحبِ مزار) مخدوم صاحب ہماری ضیافت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ کھا کر جائیں، چنانچہ وہاں کچھ دیر ٹھہرے یہاں تک کہ لوگوں کا نام

Marfat.com

ونشان نہ رہا، (یعنی آنے والے سب چلے گئے) اور والد صاحب کے ساتھیوں پر ملال طاری ہوگیا (کیوں کہ دیر ہورہی تھی اور سناٹا چھا گیا تھا) اچانک اس وقت ایک خاتون آئی جس کے سر پر ایک تھال تھا جس میں میٹھے چاول وکھانا تھا۔ اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ جس وقت میرا شوہر (سفر سے واپس گھر) آئے گا، میں یہ کھانا پکا کر حضرت مخدوم اُلہ دِیا کی درگاہ میں بیٹھنے والوں کو پہنچاؤں گی۔ اسی وقت میرا شوہر آیا ہے، سو میں نے نذر پوری کی ہے، میری خواہش تھی کہ اس وقت درگاہ میں کوئی موجود ہوتا کہ وہ یہ کھانا کھائے (حضرت اور ان کے احباب نے وہ کھانا کھایا)۔

☆☆☆

Marfat.com

سوانح حیات

حضرت سیّد علی بن عثمان

المعروف بہ

داتا گنج بخش ہجویریؒ

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی ''علی'' کنیت ''ابوالحسن'' اور لقب گنج بخش ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عثمان بن علی جبکہ بعض جگہ بوعلی بھی تحریر ہے۔ آپ افغانستان کے شہر غزنی کے ایک محلّہ جلاب میں رہتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ بھی افغانستان کے شہر غزنی کے ایک محلّہ ہجویر کی رہنے والی تھیں۔ آپ کی پیدائش بھی ہجویر میں ہوئی۔ کیونکہ آپ کے والد شہر غزنی کے محلّہ جلاب اور والدہ محلّہ ہجویر کی سکونتی تھیں لہٰذا آپ نے غزنی کے دونوں محلوں میں اپنی ابتدائی عمر گزاری اسی نسبت سے آپ ہجویری اور جلابی بھی کہلائے آپ اپنی جائے پیدائش کے حوالے سے اپنی تصنیف ''کشف الاسرار'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میری پیدائش کا مقام ہجویر

Marfat.com

ہے۔

خدا تعالیٰ اسے آفتوں، حادثوں اور ظالم بادشاہوں سے بچائے''

دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ:

''شہر غزنی میں جلاب اور ہجویر دو محلے تھے۔ حضرت کی والدہ ماجدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں اور آپ کی پیدائش بھی اسی محلّہ کی ہے۔ آپ کے والد ماجد محلّہ جلاب کے سکونتی تھے۔ لیکن بعد میں وہ بھی ہجویر ہی میں سکونت پزیر ہو گئے۔ اسی وجہ سے آپ ہجویری اور جلابی مشہور ہوئے دارا شکوہ یہ بھی لکھتا ہے کہ آپ کی والدہ کی قبر غزنیں میں پیر علی ہجویریؒ کے ماموں تاج الاولیاء کے مزار سے متصل واقع ہے۔ اور یہ کہ آپ کا تمام خاندان زہد و تقویٰ کے لئے مشہور تھا۔

آپ نے گنج بخش کے نام سے شہرت پائی۔ اس بارے میں یہ روایت عام ہے کہ جس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے یہاں چلہ کر کے اور معتکف رہ کر فیض پایا تو آپ کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اس پر آپ کا نام گنج بخش مشہور ہو گیا۔ مگر آپ کی اپنی تصنیف کشف الاسرار سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں یہ نام مشہور ہو چکا تھا۔ کشف الاسرار میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

اے علی! خلقت تجھے گنج بخش کہتی ہے 'عجیب لطف ہے کہ'' تو ایک حبہ (دانہ) بھی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس بات کا یہ (مخلوق تجھے گنج بخش کہتی ہے) کبھی خیال تک نہ لاؤ ورنہ محض دعویٰ اور غرور ہو گا۔ گنج بخش یعنی خزانے بخشنے پر قادر تو صرف وہی ایک ذات پاک ہے جو بے چون و بے چگون اور بے شک مالک الملک ہے۔ اس کے ساتھ شرک نہ کرو ورنہ زندگی تباہ ہو جائے گی۔ بے شک وہی اکیلا خدا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں مندرجہ بالا اقتباس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی زندگی میں

Marfat.com

لوگوں نے آپ کو گنج بخش کہنا شروع کر دیا تھا۔ البتہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے شعر پڑھنے سے اس لقب کی زیادہ شہرت ہوئی آپ سیدزادے ہیں آپ کا سلسلہ آٹھ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے خزینتہ الاصفیا صفحہ 233 کے مطابق سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ☆ حضرت حسنؓ
☆ حضرت شیخ زید شہیدؒ ☆ حضرت شیخ اصغرؒ
☆ حضرت ابوالحسنؒ ☆ حضرت شیخ شاہ شجاعؒ
☆ حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ ☆ حضرت شیخ علی (بوعلیؒ)
☆ حضرت شیخ عثمانؒ
☆ حضرت علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ

بزرگان لاہور میں پیر غلام دستگیر نامی تحریر فرماتے ہیں کہ پانچویں بزرگ کا نام عبداللہ شجاع شاہ ہے اور آٹھویں بزرگ زید کے ساتھ لفظ شہید درست نہیں ہے۔ کیونکہ شہید امام زین العابدین ابن امام حسینؓ کے فرزند تھے نہ کہ امام حسنؓ کے۔

(بزرگان لاہور صفحہ 184)

ولادت:

آپ کی ولادت کے بارے میں تذکرہ نگاروں کی روایات درج ذیل ہیں۔
آپ کی ولادت پانچوں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی۔

(ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مقالاتِ دینی علمی 223:1)

آپ کی ولادت دسویں صدی عیسوی کے آخر یا گیارہویں صدی عیسوی کے ابتدائی عشرے میں ہوئی۔

(آر۔اے۔ نکلسن مترجم انگلش کشف المحجوب صفحہ 19 طبع لاہور)

Marfat.com

آپ 400 ہجری میں پیدا ہوئے۔

(صباح الدین عبدالرحمن بزم صوفیہ 1:101 اعظم گڑھ 1949ء)

آپ تقریباً 400 ہجری 1010 عیسوی میں پیدا ہوئے۔

(ہاشمی فرید آبادی مآثر لاہور: 191)

مندرجہ بالا آرا کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ محققین کی اکثریت نے سال ولادت مختلف قرائن کی مدد سے 400 ہجری 10-1010 عیسوی ثابت کیا ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ (ابن راؤ)

سیاحت وحصول علم:

آپ نے ابتدائی تعلیم ہجویر (ہجویر افغانستان کے شہر غزنی کا محلّہ) میں حاصل کی آپ نے زندگی کا زیادہ حصہ علمی وروحانی غرض سے سیاحت میں گزارا اکابر اولیاء کرام کی زیارت کی اور ان سے فیض پایا۔

آپ نے حصول علم کے لئے عراق، شام، نشاپور، آذربائجان، سرخس، طوس، سمرقند، شامر، بسطام، فرغانہ، ماورالنہرا، قہنان، طبرستان، خوزستان، بخارا، کرمان اہوواز، دمشق، فارس، بغداد، جبل لکام، وادی بیت الجن، کوفہ، بصرہ، ترکستان، منیبر، املا، حجاز، اور شمالی ہند وغیرہ کے سفر کیے۔ آپ کی علمی تربیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صرف خراسان میں آپ نے تقریباً تین سو 300 مشائخ سے ملاقات کی اس طرح آپ اکابر علم وعرفان کی صحبت سے علم وروحانیت کے اس درجہ کمال کو پہنچے کہ اپنے زمانے کے امام اور آنے والے وقت کے لئے مخدوم بن گئے۔

چنانچہ حضرت عبدالحیی الحسنیؒ آپ کو امام کے لفظ سے یاد کرتے ہیں اور نزہتہ الخواطر میں تحریر کرتے ہیں کہ ''الشیخ الامام العالم الفقیہ الزاہد ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علی الجلابیؒ......!

کان من الرجال المعروفین بالعلم والمعرفۃ (نزہتہ الخواطر 1:66،67)

Marfat.com

ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی نے بھی آپ کو امام ہجویری کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔
(مقالہ ڈاکٹریٹ تحلیل کشف المحجوب وشرح احوال ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی الہجویری صفحہ 504)

اساتذہ کرام:

آپ کے اساتذہ کرام کے درج ذیل نام گرامی تواریخ کی کتب میں ملتے ہیں۔

☆ حضرت شیخ ابو العباس اشقانیؒ
☆ حضرت شیخ ابوجعفر محمد بن المصباح الصید لانیؒ
☆ حضرت شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ
☆ حضرت شیخ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگیلانیؒ
☆ حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی المعروف داستانی بسطامیؒ
☆ حضرت ابوسعید فضل اللہ بن محمد مہینیؒ
☆ ابواحمد مظفر بن احمد بن ہمدانیؒ

حضرت ابوالعباس اشقانیؒ کے بارے میں حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ آپ علم اصول وفروغ میں اور اہل تصوف میں اعلیٰ پایہ کے بزرگ اور اللہ کے ولی تھے۔ آپؒ کے پیر طریقت اور پیر و مرشد حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی تھے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ طریقت جنیدیہ ہے اور آپ کو جنیدیہ ہونے پر فخر ہے ۔ طریقت میں میری پیروی واقتدا ان سے ہے۔ وہ علم تفسیر اور حدیث کے جید عالم تھے اور وہ طریقت میں شیخ جنید بغدادی کا مسلک رکھتے تھے۔ آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیرو مرشد حضرت ابوالفضل الختلی (مرد خدا) سے بڑھ کر کسی کو بار عب نہیں دیکھا آپؒ کا ارشاد ہے:

اَلدّنیا یَوْمٌ و لنا فیه صَوْمٌ

ترجمہ:۔ دنیا دن ہے اور ہم روزہ دار ہیں (کشف المحجوب صفحہ 208)

Marfat.com

کشف المحجوب کے صفحہ 260 پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جس روز آپ کے مرشد کامل حضرت ابوالفضل الختلیؒ کا وصال ہوا اس وقت آپ ان کے پاس بیت الجن میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کامل نے میری گود میں اپنا سر مبارک رکھا ہوا تھا۔ اس وقت میرے دل میں لوگوں کی عادت کے مطابق ایک سچے دوست کی جدائی کا بہت رنج تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے بیٹا اعتقاد کا ایک مسئلہ تجھے بتاتا ہوں۔ اگر تو اپنے آپ کو اس کے مطابق کریگا۔ تو سب رنجوں سے چھوٹ جائے گا جان لے کہ سب واقعات و حالات (زندگی اور موت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تجھے اللہ تعالیٰ کی رضا پر نہ کوئی جھگڑا کرنا چاہئے اور نہ ہی دل میں رنج کرنا چاہیے اس کے سوا کوئی لمبی وصیت نہ فرمائی اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

سلسلہ طریقت:

آپ کے پیر و مرشد حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ ہیں۔ ان کا سلسلہ طریقت نو واسطوں سے اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰؓ
☆ حضرت حسن بصریؒ
☆ حضرت حبیب عجمیؒ
☆ حضرت داؤد طائیؒ
☆ حضرت معروف کرخیؒ
☆ حضرت سری سقطیؒ
☆ حضرت جنید بغدادیؒ
☆ حضرت ابوبکر شبلیؒ
☆ حضرت ابوالحسن علی خضریؒ
☆ حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ

Marfat.com

لاہور آمد:

آپ کی لاہور آمد کے متعلق مورخین کی آراء یہ ہیں کہ آپؒ پہلی مرتبہ سلطان مسعود غزنوی کے حملہ ہانسی کے وقت اور دوسری مرتبہ ترکمانوں سے مسعود غزنوی کی شکست کے بعد 431 ہجری 40-1039 عیسوی میں لاہور تشریف لائے۔

اس بدامنی کے دور میں غزنی کے باشندوں خصوصاً علماء اور بزرگان دین نے ہجرت کی اور حضرت داتا علی ہجویری اپنے دو ساتھیوں ابوسعید ہجویری اور احمد حماد سرخیؒ کے ہمراہ لاہور پہنچے (حضرت ابوسعید ہجویری اور حضرت احمد حماد سرخیؒ کے بارے میں تفصیلات اگلے صفحات پر تحریر ہیں۔ (ابن راؤ)

آپ کی لاہور آمد کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ جس وقت آپ کو حضرت ابوالفضل آپ کے مرشد نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تو آپ کو حیرانی ہوئی اور آپ نے انکساری سے عرض کیا کہ حضور لاہور میں ہمارے پیر بھائی اور مرید کامل حضرت میراں حسین زنجانی پہلے سے موجود ہیں۔ آپ کے پیرومرشد نے فرمایا ''اے علی تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دینے کے لئے لاہور چلے جاؤ'' اپنے دو رفیق خاص احمد حماد سرخیؒ اور ابوسعید ہجویری کے ہمراہ افغانستان کے شہر غزنی سے اشاعت دین کی خاطر دشوار گزار راستوں سے ہوتے ہوئے ملک ہند کے اجنبی شہر لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ تینوں برگزیدہ بندے راستہ کے انتہائی خطرناک صعوبتیں عبور کرتے ہوئے پشاور پہنچے پھر دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرتے ہوئے 431 ہجری 40-1039 عیسوی کو لاہور پہنچے رات کا وقت تھا صبح ہوئی تو دیکھا کہ بہت سے لوگ ایک جنازہ لیے جارہے ہیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت میراں حسین زنجانیؒ کا جنازہ ہے۔ یہ سنکر آپ مرشد کے فرمان کی حکمت اور تہہ تک پہنچے۔ حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے بارے میں تفصیلات اگلے صفحات پر تحریر ہیں۔ (ابن راؤ)

Marfat.com

ان دنوں غزنی پر سلطان محمود غزنوی کے بیٹے سلطان مسعود غزنوی کی حکومت تھی ۔ سلجوقیوں نے جن کا حکمران سلطان الپ ارسلان سلجوقی تھا نے حملہ کر دیا اور مسعود غزنوی کو شکست دی مسعود غزنوی لاہور آتے ہوئے جہلم کے کنارے مارا گیا۔ اس وقت بہت سے علماء فضلاء اور مقامی لوگ بھی دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے ۔اس وقت دریائے راوی کا بہاؤ بھاٹی دروازہ کے قریب تھا اب جس جگہ اقبال پارک (مینار پاکستان) ہے اور بڈھا راوی نالہ کی صورت میں بہتا ہے۔ اس وقت یہ دریائے راوی کی گذرگاہ تھی ۔ بلکہ بادشاہی مسجد کی تعمیر و تاسیس کے ایک عرصہ تک بھی یہی گذر گاہ رہی۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہے کہ دریائے راوی کے بائیں کنارے اور بھاٹی دروازے کے قریب ایک ٹیلے پر قیام فرمایا۔ بہر کیف حضرت داتا ہجویری عبادت و ریاضت اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے ۔ جس جگہ آپ کا مزار مبارک ہے ۔ یہاں آپ نے ایک مسجد تعمیر کروائی اور رشد و ہدایت ، دین کی تبلیغ کے کارنامے سر انجام دینے لگے۔

اخلاقی حالت کی پستی:

آپ کی لاہور تشریف آوری کے وقت اس شہر کی آبادی بہت کم تھی۔ عمارتیں زیادہ بلند نہ تھیں ۔ اس وقت لاہور کا نام محمود پور تھا۔ ہندوستان میں بیشمار ریاستیں تھیں۔ شمال کی جانب غزنوی حکومت تھی ۔تقریباً تمام ریاستوں کے حاکم ہندو ''راجپوت'' تھے۔ شہر لاہور میں ہندو راجپوتوں کی اکثریت تھی۔ لاہور کا نائب حاکم بھی ایک ہندو راجپوت راجہ تھا۔ جس کا نام رائے راجو تھا۔ خدائے واحد کو ماننے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ سب بت پرست تھے۔ ذات پات کی تفریق کی وجہ سے قومیں ایک دوسرے کی جانی دشمن تھیں ۔ لاہور کے شہر کے ارد گرد کی زمینیں ہندو ارائیوں کی ملکیت تھیں۔

ہندو دھرم عین عروج پر تھا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ ان کے نکاحوں میں بھی بے

Marfat.com

شرمی اور بے حیائی کے تعلقات موجود تھے۔ چنانچہ پنچھیرے سے کشمیر کے آس پاس کے علاقے تک جو سلسلہ کوہ تک پھیلا ہوا ہے۔ وہاں کے لوگوں میں عام ہے کہ چند بھائیوں کے درمیان اگر وہ حقیقی ہوں تو ایک عورت کا مشترک ہونا فرض ہے۔ ماضی قدیم میں ان کے نکاح کے چند طریقے اور بھی تھے۔ یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی بڑے خاندان میں اولاد پیدا کرنے کے لئے حکم دیتا کہ وہ فلاں شخص کے پاس جائے اور اس سے ہم بستر ہو اور پھر اس کا شوہر اس شوق میں کہ اس کا بچہ نجیب ہو حمل کے دنوں میں بیوی کے پاس نہیں جاتا تھا۔ دوسرا یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی کو مخصوص عرصہ کے لئے یا مستقل کسی دوسرے شخص کو دیتا اور اس کی بیوی خود لے لیتا۔ اس طرح باہمی رضامندی سے بیویاں تبدیل کر لی جاتیں۔ ایک اور یہ کہ کچھ مرد ایک عورت کے پاس جاتے اور باری باری اس کے ساتھ ہم بستر ہوتے پھر جب اس سے اولاد پیدا ہوتی یا تو عورت اسے خود کسی مرد سے منسوب کر دیتی یا پھر اندازے سے شکل وصورت کی بناء پر پہچانا جاتا کہ وہ کس کی اولاد ہے۔

نکاح کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ نکاح کو باپ یا بیٹے کی بیوہ کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اس عمل سے جو بیٹا پیدا ہوتا اسے مرنیوالے کے نام سے موسوم کیا جاتا اور اس کی نسل بڑھانے کا ذریعہ جانا جاتا مختصر یہ کہ مذہب کے نام پر ہر قسم کی بے حیائی جاری تھی۔ لوگوں کی اخلاقی حالت بہت ہی خراب تھی۔ شراب، زنا، ہم جنس پرستی او جوا جیسی برائیاں عام تھیں۔

مسجد کی تعمیر:

آپ نے لاہور تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع کروائی اس مسجد کے بارے میں شہزادہ دارا شکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ:

431 ہجری میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی مسجد کی تعمیر کے تمام اخراجات آپ نے خود کیئے اور خود ایک مزدور کی حیثیت سے خانہ خدا کی تعمیر میں حصہ لیا یہ مسجد ایک

Marfat.com

بڑے دالان پر مشتمل تھی اور اس کی چھت لکڑی کی تھی دارا شکوہ لکھتا ہے کہ جو مسجد آپ نے تعمیر کروائی اس کا محراب دوسری مساجد سے قدرے جنوب کی طرف مائل تھا۔ علمائے وقت نے اس پر اعتراض کیا کہ قبلہ درست نہیں آپ نے علماء کو دعوت دی اور خود امام بن کر نماز پڑھائی بعد نماز آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اب دیکھو کعبہ شریف کس طرف ہے............؟ تمام حجابات درمیان سے اٹھ گئے اور خانہ کعبہ سامنے نظر آنے لگا قبلہ کو سامنے بالمشافہ موجود پا کر تمام علماء معذرت خواہ ہوئے اس کرامت کی بدولت آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی آپ نے اس مسجد سے ہی شمع اسلام فروزاں کی اور پورے برصغیر میں اسلام کی روشنیاں منور کیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں جب دریائے راوی میں سیلاب آیا تو اس مسجد کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ موجودہ مسجد سے پہلے قدیم مسجد اس جگہ تھی جہاں آپ نے خود مسجد تعمیر کروائی تھی تعمیر کی وجہ سے اگرچہ اس کی شکل صورت پہلے جیسی نہ رہی تھی مگر پھر بھی قدیم مسجد کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ قدیم مسجد کے بارے میں مولوی نور احمد چشتی کی تالیف تحقیقات چشتی مطبوعہ 1867ء سے ہمیں درج ذیل معلومات ملتی ہیں۔ ''بعد اس کے اسی جگہ جہاں خانقاہ شریف ہے۔ استقامت اختیار کی اور ایک مسجد بصرف از خود تیار کرائی چنانچہ اب تک اس مسجد کی زمین پر مسجد ثانی تیار موجود ہے۔ اور اب 1279ھ میں ایک شخص گلزار شاہ نامی سادھوں نے معرفت مسمی نور محمد سادھوں کے اس مسجد کو از سر نو اسی بنیاد پر تعمیر کرا کے بلند کیا ہے۔

(تحقیقات چشتی صفحہ 166)

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے آستانہ پر تعمیر ہونے والی مسجد کا دوسرا حوالہ محمد دین فوق کی کتاب میں ملتا ہے۔

''یہ پہلی مسجد تھی جو ایک مسلمان ولی اللہ نے اپنے تصرف سے اور اپنے ہاتھوں سے لاہور میں تعمیر کروائی۔ اس مسجد کی بنیاد 431 ہجری خیال کرنی چاہئے

Marfat.com

کیونکہ آپ نے لاہور تشریف آوری کے چند ہی روز بعد اس مسجد کی ضرورت محسوس کی۔

(حضرت داتا گنج بخش مطبوعہ 1914)

محمد دین فوق اپنی کتاب حضرت داتا گنج بخشؒ میں مزید تحریر کرتے ہیں کہ:

''مسجد کی موجودہ چھت چادری ہے اور محراب پر کلمہ طیبہ بھی لکھا ہوا ہے اور سنگ مرمر کا طاق ممبر بھی موجود ہے۔ ایک چھت گیر لمپ آویزاں ہے اور ایک لالٹین بھی احاطہ مزار میں نصب ہے۔ مسجد کے سامنے وسیع صحن ہے اور اس میں وضو کرنے کیلئے ایک حوض ہے۔

مسجد کی تعمیر جیسا کہ تحقیقات چشتی مطبوعہ 1867ء سے معلوم ہوتا ہے کہ گلزار سادھو کشمیری نے بھی پہلے والی جگہ کی بنیاد پر ہی کروائی تھی پہلے اس مسجد کے گنبد وغیرہ نہ تھے صرف چوبی چھت تھی گلزار شاہ نے گنبد بھی بنوا دیئے 1309ھ میں جھنڈو چوب فروش نے اس کی پھر مرمت کروائی جس کا نام مسجد پر لکھا ہوا ہے۔

(حضرت داتا گنج بخش از محمد دین فوق صفحہ 148 مطبوعہ 1914ء)

قدیم مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ کے بارے میں تیسرا حوالہ بھی ہمیں محمد دین فوق کی تالیف مآثر لاہور سے ملتا ہے یہ کتاب محمد دین فوق کی وفات کے بعد شائع ہوئی۔ محمد دین فوق نے یہ کتاب اپنی وفات سے ایک سال قبل 1944 عیسوی میں تحریر کی تھی اور 1945ء میں انہوں نے وصال فرمایا۔ محمد دین فوق مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے مزار پر پہلے گنبد نہیں تھا 1287 ہجری میں حاجی نور محمد نام کے ایک بزرگ نے گنبد بنوایا اور مسجد قدیم کو گلزار شاہ فقیر کی کاوش سے دوبارہ مرمت نصیب ہوئی۔

(مآثر لاہور صفحہ 161)

''چند سال ہوئے میاں غلام رسول کھڈ والا نے یہاں ایک عالی شان مسجد

Marfat.com

قریباً ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کروائی۔

(مآثر لاہور صفحہ 162)

قدیم مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ کے بارے میں چوتھا حوالہ ہمیں محمد عبداللہ قریشی کے اس مضمون سے ملتا ہے جو محمد طفیل کے نقوش لاہور نمبر میں چھپا ہے۔

''اب ہمارے عہد کے رئیس میاں غلام رسول کھٹ والا نے 1340 ہجری 1921 عیسوی میں اس کی توسیع کر کے از سر نو تعمیر کرایا ہے۔ اب یہ مسجد بہت شاندار ہے اس وقت مسجد کے صحن کا رقبہ دو ہزار آٹھ سو سولہ (2816) مربع فٹ اور مسجد کے دالان کا دو ہزار (2000) مربع فٹ ہے صحن کے ایک کونے میں وضو کے لئے حوض بھی ہے۔ اوقاف کمیٹی نے مزار کا انتظام اپنے ہاتھ میں لینے کے بعد مسجد کی زید توسیع کا منصوبہ بنایا ہے مسجد کے دروازے پر علامہ اقبال کا یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔

سال بنائے حرم مومناں خواہ زجبریل و زہاتف مجو
چشم بہ المسجد الاقصٰی فگن الذی بارکہ ھم بگو

(1340ھ)

(نقوش لاہور نمبر صفحہ 540)

مسجد کے دروازے پر تحریر علامہ اقبال کے قطعہ تاریخ کے مطابق مسجد کی تعمیر ثانی کا سال 1340 ہجری 1921 عیسوی بنتا ہے۔ یہ تعمیر یقیناً غلام رسول گھڑ والا نے ہی مبلغ ایک لاکھ روپے کی لاگت سے کروائی ہو گی اور مسجد کے دالان کا رقبہ دو ہزار مربع فٹ اور مسجد کے صحن کا رقبہ دو ہزار آٹھ سو سولہ مربع فٹ تھا۔ اور قدیمی مسجد کے نقشہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نئی مسجد کی تعمیر کیوقت اس مسجد کو شہید کیا گیا تھا۔ جس کا تصویری حوالہ ہمیں استاد میران بخش مورتاں والے (1877ء تا 1944ء) کے تیار کردہ آبی رنگوں کے عکس میں ملتا ہے۔ استاد میراں بخش میو اسکول آف آرٹس (موجودہ نیشنل کالج آف آرٹس NCA) کے فارغ التحصیل تھے بعد ازاں سکول ہذا

Marfat.com

میں (29ء-1913ء) پرنسپل بھی تعینات رہے استاد میراں بخش نے 1944ء میں وفات پائی جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آبی رنگوں کی یہ تصویر 1944ء سے قبل کی ہے ۔اس تصویر میں ہمیں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار شریف کے گرد غلام گردش دیکھنے کو نہیں ملتے جبکہ گنبد پر سبز رنگ کی ٹائلیں نصب ہیں ۔مزار کے عقب میں ہمیں پانچ گنبد اور دو میناروں والی مسجد کا ایوان ، داخلی دروازہ اور وضو گاہ نظر آتی ہے مسجد کا داخلی دروازہ بطرف شمال واقع تھا جبکہ مسجد کے صحن اور مزار کے درمیان وضو گاہ دکھائی دیتی ہے ۔مسجد کے ایوان کے بطرف مشرقی جانب دونوں شمالی اور جنوبی کونوں پر پچاس فٹ سے زائد قامت کے مینار استادہ نظر آتے ہیں ۔ایوان مشرقی جانب پانچ عدکثیر البرگی ڈاٹوں والے دروازے تھے جن کے بالائی حصوں پر سنگ مرمر کی لوح پر اشعار تحریر تھے سفید گنبدوں کی بیرونی سطح پر دھاریاں نظر آتی ہیں ۔یہ مسجد بہت شاندار تھی اور ماہر کاریگروں کی ہنر مندی کا منہ بولتا ثبوت بھی ۔فن تعمیر او جمالیاتی اعتبار سے یہ مسجد روایتی عمارت سازی کا نادر اور دلکش نمونہ تھی ۔اس کی شرقی ،عربی دیواریں ،'5 . "90 فٹ اور شمالی جنوبی دیواریں '7 . "19 فٹ تھیں جبکہ ایوان کی چھت کی اونچائی 26 فٹ تھی جبکہ ایوان کی اندرونی پیمائش '6-"82-10x18 تھی ۔قدیم مسجد کے اندر چمکدار تزئینی ٹائلوں کی آرائش کا پتہ چلتا ہے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وضو گاہ کی چھت کی اونچائی تقریباً آٹھ فٹ بلند تھی ۔یاد رہے کہ محکمہ اوقاف نے جب موجودہ مسجد کا کام تعمیر کیا تو قدیم مسجد کو شہید کر کے اس کا ملبہ اس وقت کی امور مذہبیہ کمیٹی کے اجلاس منعقدہ 27 اپریل 1984ء کے فیصلہ کیمطابق دریا برد کر دیا گیا ۔اور اسی طرح قدیمی مسجد کو شہید کر کے اس کی جگہ نئی مسجد تعمیر کی گئی ۔2 جولائی 1981ء کو صبح 8 بجے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے مسجد کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا۔

Marfat.com

سونے کا دروازہ

ذوالفقار علی بھٹو (وزیراعظم پاکستان) اولیاء کرام سے خاص عقیدت رکھتے تھے اور مزارات پر باقاعدہ فاتحہ خوانی کیلئے جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایران کے دورہ پر گئے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار شریف پر حاضری دی تو وہاں سونے چاندی سے مزین ایک عالیشان دروازہ دیکھا جو ذوالفقار علی بھٹو کے دل میں اتر گیا۔ بھٹو حضرت داتا گنج بخشؒ سے بھی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ لہٰذا دل میں خیال آیا کہ کیا خوب ہو کہ اسی طرح کا خوبصورت سونے کا دروازہ مزار حضرت داتا گنج بخشؒ پر بھی نصب ہو۔ اس قسم کے دروازے اصفہان میں تیار ہوتے تھے جن میں مختلف دھاتوں کا استعمال ہوتا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی فرمائش پر ایران کے ماہر کاریگر استاد آقائے پویوش کی خدمات حاصل کی گئیں جنہوں نے تقریباً 6 ماہ کے عرصہ میں یہ دروازہ تیار کر کے پاکستان بھجوایا۔

یہ دروازہ پاک و ہند میں اپنی نوعیت کا پہلا سونے کا دروازہ تھا۔ اس دروازے کی چوڑائی 9 فٹ اور اونچائی 12 فٹ تھی۔ اس دروازے میں سونے اور چاندی کی بھرائی کی گئی ہے۔ اس دروازے پر آیت الکرسی کو خط نسخ میں لکھا گیا ہے۔ اس دروازے میں آسمانی رنگ نمایاں ہے 24 دسمبر 1974ء کو وزیراعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے دربار کے صدر دروازے کی ڈیوڑھی میں سونے کے دروازنے کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر صوبائی وزیر اوقاف ملک حاکمین نے اس دروازے کی چابی مسٹر بھٹو کو پیش کی اور ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان نے اپنے ہاتھ سے چابی لگا کر دروازہ کھول کر اس کا افتتاح کیا۔

تصانیف:

آپ ایک بلند پایہ مصنف تھے اور شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ آپ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ سیر و سیاحت کی وجہ سے آپ میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

آپ نے اپنی پہلی تصنیف بارہ سال کی عمر میں لکھی آپ کی چند تاریخی دستاویزات درج ذیل ہیں۔

☆ کشف المحجوب	☆ کشف الاسرار
☆ منہاج الدین	☆ دیوان ہجویری
☆ الرعیتہ المخلوق	☆ کتاب الفناء و بقاء
☆ اسرار الطرق الموئنات	☆ نو القلوب
☆ کتاب البیان لا ہلی الصبان	☆ شرح کلام منصور

اس وقت کشف المحجوب اور کشف الاسرار سوا آپ کی کوئی بھی تصنیف محفوظ نہیں یاد رہے کہ کشف المحجوب بھی ایک روسی مفکر ''ژوضکی'' کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

کشف المحجوب:

تصوف کے مسائل و مضامین کی تدوین میں کشف المحجوب ایک ایسی کتاب ہے جو زندگی کے ہر مرحلہ کی راہنمائی کرتی ہے۔ اس موضع پر کشف المحجوب سے پہلے اور بعد میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً کتاب الرعایہ لحقوق اللہ کتاب اللمع التعرف المذہب اہل التصوف۔ قوت القلوب۔ الرسالتہ القشیر یہ۔ طبقات الصوفیہ للسلمی۔ پہلے لکھے گئی ہیں۔ جبکہ تذکرہ اولیاء صفتہ الصفوۃ۔ احیاء علوم الدین، فتوح الغیب، الغنیہ عوراف المعارف، گشن راز، مثنوی معنوی، فصوص الحکم، فتوحات مکیہ وغیرہ۔

کشف المحجوب کے بعد لکھی گئیں ہیں مگر ان سے کتابوں کے درمیان کشف المحجوب جو فارسی زبان میں تصوف کی اولین تدوین ہے۔ امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک حرف عبرت اور درس عبرت ہے۔ گویا یہ انسان کا تعلق اللہ

Marfat.com

تعالیٰ سے جوڑنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ جس کو کوئی مرشد نہ ہو وہ اس کتاب کو پڑھے یعنی یہ کتاب مرشد کامل کی طرح راہنمائی کے فرائض سرانجام دے گی۔ اس تعریف سے اس کتاب کی اہمیت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے ذیل میں چند حکایات اور ملفوظات قارئین لوہ کوٹ کی خدمت میں پیش ہیں۔ شہزادہ داراشکوہ کے بقول۔

اس کتاب کی شہرت وعظمت میں کسی کو کلام نہیں یہ ایک مرشد کامل کی حیثیت رکھتی ہے اور فارسی میں تصوف کے موضوع پر اس پائے کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

کشف المحجوب اور مغربی مفکرین:

حقیقت ہے کہ اس کتاب کی بدولت پاک و ہند میں تصوف اور روحانیت نے بڑا فروغ پایا اور حقیقی تصوف سے عوام کو روشناس کرانے میں اس کتاب نے بڑا اہم اور نمایاں کردار ادا کیا اسی وجہ سے کشف المحجوب علوم تصوف پر حضرت ابوالحسن علی ہجویریؒ کی ایک شہرہ آفاق تصنیف مانی گئی ہے جو موضوع اور متن کے اعتبار سے بلند پایہ اور انمول خذینہ ہے یہ کسی تعریف وتوصیف کی محتاج نہیں اس کتاب کو تصوف کے آئین کا درجہ حاصل ہے۔ اس نابغۂ روزگار کتاب میں آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کتاب علم حقیقت وعرفان کے بارے میں اپنے ایک رفیق سفر حضرت ابوسعید ہجویریؒ کے سوالات کے جوابات میں تحریر کی اور اس کتاب کے نام کی وصاحت کرتے ہوئے لکھا کہ میں نے اس کتاب کشف المحجوب (یعنی پردوں کا اٹھانا حجابات کا اٹھانا) اس لیے رکھا کہ کتاب کے نام سے ہی اہل علم وفکر جان لیں کہ اس سے کیا مراد ہے کشف المحجوب شریعت وطریقت کے قواعد وضوابط، اسرار ورموز اور صوفیانہ فکر ونظر کے متعلق ہر دور میں عظیم تخلیق قرار دی گئی ہے جب چھپائی (پرنٹنگ) کا کوئی بندوبست نہ تھا تو کشف المحجوب فارسی زبان میں تصوف پر پہلی کتاب ہے۔ جس کے کئی زبانوں میں

Marfat.com

تراجم ہو چکے ہیں۔ کشف المحجوب کا قدیم ترین مطبوعہ ایڈیشن وہ ہے جس کا ذکر اے۔ جے۔ آربری نے انڈیا آفس کی لائبریری کی کتابوں کی فہرست میں کیا ہے۔ اس کتاب کے قلمی اور مطبوعہ ایڈیشنوں کی ایک فہرست ایل ایس ڈگن نے کشف المحجوب کے قلمی نسخے دی آنا، پیرس، برٹش میوزیم، لیننن راڈیو نیورسٹی، انڈیا آفس لائبریری، لندن، تاشقند، پبلک لائبریری، رائل ایشاٹک سوسائٹی میں شامل ہے۔ کشف المحجوب کے قدیم ترین قلمی نسخوں کے سلسلہ میں لاہور میں بھی بعض نادر نسخے موجود ہیں۔ دو منقش قلمی نسخے پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہیں۔ جن میں سے ہر ایک پر 1265ھ درج ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا ایک قلمی نسخہ پنجاب گورنمنٹ لائبریری لاہور میں ہے۔ کشف المحجوب کا ایک قدیم قلمی نسخہ میاں محمد صدیق سابق سجادہ نشین درگاہ علی ہجویریؒ کے ذاتی کتب خانے میں محفوظ ہے۔ یہ فارسی کا وہ قدیم ترین نسخہ ہے جس کی نقل سب سے پہلے نول کشور لکھنوی نے دربار علی ہجویریؒ میں رکھوائی تھی۔ کشف المحجوب کا انگریزی ترجمہ برطانوی مفکر آر اے نکسن نے کیا تھا جسے 1911ء میں سٹیفن آئسن اینڈ سنز لندن نے شائع کیا تھا۔ بعدازاں سمرقند میں اسے ملا سید عبدالمجید مفتی نے 1330 میں شائع کیا تھا۔ پنجاب پبلک لائبریری لاہور میں موجود کشف المحجوب کا جو سمرقندی نسخہ ہے وہ مغربی دانشور ایل ایس ڈگن کو افغانستان سے ملا تھا۔ کشف المحجوب کا مستندترین نسخہ روس میں شائع ہوا جسے روس کے اسلامی علوم کے ماہر پروفیسر ژدکوفسکی نے ترتیب دیا۔ یہ نسخہ لیننن گراڈ سے شائع ہوا اور اس میں پروفیسر ژدضکی کا ایک مفصل دیباچہ بھی شامل ہے لیننن گراڈ سے شائع ہونے والے اس نسخے کی بنیاد وی آنا کی قومی لائبریری میں موجود ایک نسخے پر ہے پروفیسر ژدضکی کے مطابق انہوں نے ایک ایسے نسخے کا بھی مطالعہ کیا جو گیارہویں صدی عیسوی کے شروع میں لکھا گیا۔ اس کے علاوہ اس کے پروفیسر نے تاشقند کی لائبریری میں 11ویں صدی میں شائع ہونے والے ایک اور نسخے سے بھی استفادہ کیا اور اسی نسخے کی بنیاد پر

Marfat.com

ایران کے محمد عباسی نے تہران سے کشف المحجوب کا ایک انتہائی خوبصورت ایڈیشن شائع کیا۔ایرانی ایڈیشن میں حواشی پر مختلف حوالے دیئے گئے ہیں اور کشف المحجوب کے متن کے موضوعات کی الگ الگ فہرستیں بھی شامل ہیں۔اردو میں کشف المحجوب کے ان گنت ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔جن میں بعض ترجمے نایاب ہیں اور ترجمہ کرنے والے فاضل اساتذہ نے حضرت مخدوم علی ہجویریؒ کی تحریر کے اصل جوہر اور اس کے مفہوم کو واضح کرنے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے۔حضرت داتا علی ہجویری کی اس تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ہر شعبہ زندگی میں قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوں، اللہ اور اس کے رسول مقبولﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی پوری عمر صرف کر دیں تا کہ دین ودنیا میں کامیابی ان کا مقدر بن سکے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

کشف المحجوب سے ماخوذ

چند حکایات و ملفوظات

بلندی مدارج کا زینہ

حضرت علی ہجویری داتا علی گنج بخشؒ کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک بار ایک باطنی الجھن میں گرفتار ہو گیا۔ ایک روحانی راز تھا جو مجھ پر منکشف نہیں ہوتا تھا۔ اس کے انکساف کیلئے میں نے بڑی ریاضت کی مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس سے پہلے بھی ایک بار ایسا ہوا تھا اور میں نے حل کے لئے حضرت ابو یزیدؒ کے مزار پر چلہ کشی کی تھی۔ اس چلہ کشی کے نتیجے میں میری باطنی مشکل حل ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس بار بھی میں آپ کے مزار پر معتکف ہو گیا۔ لیکن تین ماہ تک اعتقاف میں بیٹھے رہنے کے باوجود مجھے کوئی کامیابی نہیں ہوئی اس دوران میں ہر روز تین مرتبہ نہاتا اور تین ہی مرتبہ تہارت کرتا کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر میں نے خراسان جانے کیلئے رخت سفر باندھا راستہ میں ایک گاؤں میں قیام کیا یہاں صوفیوں کا ایک گروہ مقیم تھا۔ یہ لوگ رسم پرست تھے۔ انہوں نے مجھے سادہ جامہ پہنے دیکھ کر کہا کہ یہ ہماری جماعت سے متعلق نہیں اور واقعی میں ان کی جماعت سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے قیام کیلئے جگہ دی خود اس سے بلند جگہ پر قیام کیا۔ خود تو نہایت لذیز و نفیس غذائیں کھائیں اور مجھے ایک سوکھی روٹی کھانے کو دی وہ لوگ میرا مضحکہ اڑاتے خربوزے کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے خداوند کریم اگر ان

Marfat.com

کا لباس (گودڑی) وہ نہ ہوتا جو تیرے دوستوں کا ہوتا ہے تو میں ان کی یہ زیادتی کسی صورت برداشت نہ کرتا۔

باوجود یہ کہ یہ رسم پرست صوفی مجھے ہدف طنز و ملامت بنا رہے تھے۔ لیکن ابنیاء و اولیاء کی ایک بہت بڑی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے میرے دل کو بڑی مسرت ہو رہی تھی اور اس وقت مجھ پر یہ راز سربستہ کھل گیا کہ بزرگان طریقت کم فہمیوں کی زیادتیاں کیوں برداشت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ ملامت برداشت کرنا بھی روحانی مدارج کی بلندی کا زینہ ہے اور اس میں بھی بڑے مفادات ہیں۔

غلاموں کے غلام

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک درویش کی ایک بادشاہ سے ملاقات ہو گئی۔ بادشاہ نے درویش سے کہا کہ کوئی چیز مجھ سے مانگیے درویش نے کہا میں اپنے غلاموں کے غلاموں سے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ بادشاہ نے کہا کہ اس بات کی وضاحت کر دیں تو درویش نے جواب دیا کہ میرے دو غلام ہیں ایک حرص دنیا اور دوسرا آرزو، لیکن آپ میرے ان دونوں غلاموں کے غلام ہیں۔ اس لئے غلاموں سے کوئی چیز نہیں مانگتے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا مرتبہ

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ میں علاقہ شام میں سفر کرتا ہوا۔ حضرت بلالؓ کے روضہ پر پہنچا جب میری آنکھ لگ گئی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں پایا اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ حبشہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جیسے کوئی کسی بچے کو لئے ہوتا ہے میں فرط محبت سے بیقرار ہو کر آپ کی طرف دوڑا اور

Marfat.com

آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا میں بڑا حیران تھا کہ یہ ضعیف شخص کون ہے۔ کہ آپؒ نے وقت باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کرلیا اور مجھے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ تمہارے امام ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا شماران لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شرع کے کائم رہنے والے احکام کی طرح قائم ودائم ہیں۔

لذت نفس اور حصول مراد

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ابراہیمؒ بن ادھمؒ سے پوچھا کہ کبھی آپؒ کو اپنی مراد بھی حاصل ہوئی۔ آپؒ نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک مرتبہ میں خستہ حال لباس اور پھٹی ہوئی گدڑی میں ایک کشتی پر سوار تھا۔ میرے ہمسفر میرے ساتھ میری حالت کے باعث تمسخر کرتے۔ ایک مسخرا شخص بار بار میرے بال کھینچتا اور مجھے ذلیل کرنے کی کوشش کرتا۔ حتیٰ کہ اس نے مجھ پر حقارت سے تھوکنا شروع کردیا۔ میں نے اپنے نفس کی ذلت پر خوش اور اپنے آپ بامراد محسوس کیا، دوسری مرتبہ بارش میں سردی سے ٹھٹھرتا ہوا ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں پناہ لینے کی کوشش کی مگر لوگوں نے میری بدحالی کے پیش نظر وہاں سے نکال دیا۔ میرے ساتھ یہی سلوک دوسری اور تیسری مسجد میں بھی ہوا۔ سردی کے ہاتھوں لاچار ہوکر ایک حمام کی بھٹی میں گھس گیا جس سے میرا لباس اور جسم دھوئیں اور کالک سے سیاہ ہوگیا لیکن میرا دل ودماغ نور سے منور ہوگیا اور اپنے آپ کو بامراد محسوس کرنے لگا۔

کشادہ دستی کا نتیجہ

حضرت داتا گنج بخشؒ تحریر فرماتے ہیں کہ قیام عراق کے زمانہ میں میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کردیا۔ نتیجتاً میں قرض کے بوجھ تلے دب گیا۔ ہوتا

Marfat.com

یہ تھا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی وہ مجھ سے امداد طلب کرتا اور میں کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرتا۔ اس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے۔ اور قرض خواہوں نے الگ تنگ کرنا شروع کر دیا۔

عراق کے ایک سردار نے جو میرے اس حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ تو نے جو طریق اختیار کیا ہے۔ اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکر الٰہی میں مانع نہ ہو جائیں یوں اندھا دھند روپیہ خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کیلئے بہت کافی ہے۔ اور اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ ہر بندے کی کفالت کر سکے میں نے اس نیک دل سردار کی اس پر حکمت بات کو پلے باندھ لیا۔ اور پھر اس تنگی سے چھٹکارا حاصل کیا۔

ماں کے حقوق

حضرت داتا گنج بخشؒ تحریر کرتے ہیں کہ ایک درویش فرماتے ہیں کہ روانگی حج سے قبل میں حضرت ابو حزم المدنیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آپ استراحت فرما رہے تھے چنانچہ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا جب آپ بیدار ہوئے تو مجھے دیکھ کر فرمایا کہ میں نے آنحضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپ نے ہدایت فرمائی کے ماں کے حق کی حفاظت حج کرنے سے بہتر ہے واپس جا اور اس کی دلجوئی کر چنانچہ درویش کے حکم سے واپس لوٹا اور ماں کی خدمت میں محو ہو گیا کیونکہ حدیث نبویؐ ہے "کہ ماں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے"۔

حسب ونسب اور اعمال صالح

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادقؒ سے مشہور بزرگ صوفی حضرت داؤد طائیؒ نے کسی نصیحت کی درخواست کی۔ آپؒ نے

Marfat.com

فرمایا ”اے ابو سلیمان تو خود اپنے زمانے کا زاہد ہے، تجھے میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے“ حضرت داؤد طائی نے عرض کی، اے فرزندِ رسول کہ آپ کو سب پر فضیلت ہے اور سب کو نصیحت کرنا آپؒ پر واجب ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ ”میں ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے محترم نانا پاکؐ میرا دامن پکڑ لیں کہ تو نے میری متابعت کا حق ادا نہیں کیا اور یہ فرض عالی نسبی اور نسلی شرافت پر انحصار نہیں کرتا بلکہ یہ اللہ کے حضور اچھے عمل پر موقوف ہے۔“ یہ سن کر حضرت داؤد طائیؒ پریشان ہو کر رونے لگے اور کہا ”اے خدایا! جس شخص کی طینت نبوت کے پانی سے گوندھی گئی ہے اور اس کے نانا حضرت محمد ﷺ اور ماں حضرت فاطمہ الزہراؓ خاتونِ جنت ہوں وہ اتنا حیران و پریشان ہے تو بھلا داؤد کون ہے جو اپنے عمل پر مغرور ہو۔

تجزیہ نفس

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کھجوروں کے باغ سے اس حال میں تشریف لا رہے تھے کہ لکڑیوں کا گٹھا آپؓ کے سر مبارک پر رکھا ہوا تھا حالانکہ آپ چار سو غلام رکھتے تھے کسی نے عرض کی ایک اے امیر المومنین یہ کیا ماجرا ہے! آپؓ نے فرمایا، ”ارید ان اجرب نفسی“ میں نے چاہا کہ اپنے نفس کا تجزیہ کروں تا کہ لوگوں میں جو رتبہ ہے اس کی وجہ سے نفس کسی کام سے مجھے باز نہ رکھے۔

ہاتھ کی انگلیاں

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا اعظم ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حبانؒ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے

Marfat.com

بزرگ موجود ہیں، میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں، حضور پاک ﷺ کے رخسار مبارک پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس حضرت نوفلؒ موجود ہیں جب حضرت نوفلؒ نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا میں نے ان سے کہا مجھے پانی عنایت فرمائیں انہوں نے فرمایا میں حضور اکرم ﷺ سے اجازت لے لوں، پھر حضور ﷺ نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں سے کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ میں نے حضرت نوفلؒ سے پوچھا حضور پاک ﷺ کی داہنی جانب کون بزرگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ سلام اور حضورؐ کے بائیں جانب حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ اسی طرح معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ سترہ بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں سترہ عدد پر پہنچ چکی تھیں۔

صبر و حلم کی آزمائش

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام حسینؓ کوفہ میں اپنے مکان کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو آیا اس نے حضرت امام حسینؓ اور ان کے والدین کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اعرابی شاید تو بھوکا ہے یا کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ مجھے بتا کہ میں تیری کیا مدد کروں مگر اس گنوار نے اپنی بدکلامی جاری رکھی تو حضرت امام حسینؓ نے اپنے غلام سے فرمایا ''اس کو درہموں کی ایک تھیلی لا کر دے دو'' اور پھر فرمایا ''اے اعرابی! معاف کرنا گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں ورنہ میں تمہیں اور کچھ بھی دیتا یہ سن کر اعرابی بے ساختہ بول اٹھا'' میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؓ واقعی خاندان رسول ﷺ کے چشم و چراغ ہیں۔ میں نے تو آپؓ کے تحمل کو آزمایا تھا اور یہ صفت صرف حقیقت شناس امام عالی مقام و مشائخ کی ہے ان پر لوگوں

Marfat.com

کی تعریف اور ندامت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

ایمان کامل

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصریؒ نے ایک واقعہ اپنے رشد و ہدایت کے بارے میں خود بیان فرمایا ہے کہ میں بیت المقدس سے مصر کی طرف آ رہا تھا مجھے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا، میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ اس سے کوئی نصیحت پوچھنا چاہیئے۔ جب قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ بڑی بوڑھی عورت ہے پشم کا جبہ پہنے اور ہاتھ میں عصا و لوٹا لیے ہوئے تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ ''من این'' کہا سے آ رہی ہو۔ ''قلات من اللہ'' اس نے کہا کہ خدا کی طرف سے، قالت الی این میں نے کہا اب کدھر کا ارادہ ہے قالت الی اللہ اس نے کہا کہ خدا کی طرف، میرے پاس ایک دینار تھا اسے دینا چاہا تو اس نے ایک طمانچہ میرے رخسار پر مار کر کہا کہ ذوالنون تو نے مجھے سمجھا ہے وہ تیری نافہمی ہے میں خدا کے لئے ہی کام کرتی ہوں اور اس کی عبادت کرتی ہوں اور سی سے مانگتی اور طلب کرتی ہوں کسی دوسرے سے کچھ نہیں لیتی یہ کہہ کر آگے چلی گئی۔ اس سے ذوالنونؒ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور پختہ ہوا۔

تقلید رسول ﷺ کا ثمر

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ حضرت حبیبؒ بن سلیم الراعیؒ جنگل میں نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک بھیڑیا آپ کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے آپؒ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام کے بعد پوچھا '' اے شیخ! ایک بھیڑیئے کی بکریوں کے ساتھ موافقت کا کیا مطلب''؟ آپ نے جواب دیا'' مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا چرواہا حق تعالیٰ سے موافقت رکھتا ہے'' یہ کہہ کر

Marfat.com

آپؒ نے لکڑی کا ایک پیالہ ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا اور میں نے دیکھا کہ پتھر میں سے دودھ اور شہد کے دو چشمے پھوٹ نکلے ''لو پی لو'' میں نے عرض کیا ''اے شیخ! یہ مرتبہ آپؒ نے کیسے حاصل کیا؟ آپؒ نے فرمایا ''حضور ﷺ کی متابعت سے'' پھر فرمایا کہ ''اے لڑکے! حضرت موسیٰ علیہ سلام کی قوم جو آپ علیہ سلام کی مخالف تھی ان کے لئے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوسکتا ہے تو جو عاجز بندہ حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرتا ہو اس کیلئے پتھر سے دودھ اور شہد نہیں نکل سکتا؟ یہ حضور پاک ﷺ کی متابعت کا ادنیٰ ثمر ہے۔

آداب و احکام

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں ''آداب سیکھنے کے معنی اپنے اندر نیک خصلتوں کو جمع اور پرورش کرنا ہے۔ فرمان خداوندی ہے کہ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اقُوْ ا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا (۴:۴۴) یعنی اے لوگوں جو ایمان لائے ہو اپنے آپ اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ، اس کے معنی ہیں اَدِّبُوْھُمْ یعنی انہیں ایسا ادب سکھاؤ جو ان کو آگ سے بچائے حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ترجمہ: آدمی کے آداب کا عمدہ ہونا اس کے ایمان کا جزو ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کس قدر امت مسلمہ کو تنبیہ کر رہے ہیں گویا ایسے آداب کو ایمان کا حصہ بنا دیا۔ اس واضح تادیب کے بعد کوئی فاتر العقل ہی معاشرتی زندگی کی دیوار میں دراڑ ڈالے گا۔ آپؒ نے مزید فرمایا معاشرت کے آداب و شرائط یہ ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ اس کی درجے اور مرتبے کے مطابق پیش آیا جائے غیبت سے پرہیز کیا جائے کیونکہ غیبت فساد کی جڑ ہے۔ چغلی، غیبت، حسد، عداوت کینہ و خیانت سے پرہیز کیا جائے دراصل یہ وہ چیزیں ہیں جو دلوں کو پھاڑ دینے والی ہیں باہمی دوستی اور پاکیزہ معاشرہ پیدا کرنے کے لئے حدیث مبارکہ ہے۔
ترجمہ: تین چیزیں جن سے دوستوں اور بھائیوں کے تعلقات بہتر اور پاکیزہ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ جب تم ایک دوسرے سے ملو تو سلام کرو جب کوئی مجلس میں آئے تو اس

Marfat.com

کیلئے جگہ بناؤ اور اسے اس نام سے پکارا جائے جو اسے سب سے زیادہ پسند ہو۔

اہل علم اور شاہی دربار

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ منصور نے حضرت ابو حنیفہؒ، حضرت سفیان، ثوریؒ، حضرت مسعر بن کدامؒ اور قاضی شریخؒ، شریک بن عبداللہ کو قضاہ کے عہدہ کے لئے دربار میں طلب کیا۔ جب یہ چاروں حضرات دربار میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ''میں اپنی فراست کی بناء پر دیکھ رہا ہوں کہ میں خلیفہ منصور کی پیش کش کے حیلہ بنا کر نا منظور کر دونگا، سفیان ثوریؒ بھاگ کر اور مسعرؒ اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر کے جان چھڑا لے گا جب کہ شریح قاضی بن جائے گا۔ چنانچہ حضرت ثوریؒ واقعی شاہی اہلکاروں سے آنکھ بچا کر راستے سے ہی بھاگ نکلے۔ باقی تینوں کو خلیفہ کے روبرو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے سب سے پہلے سوال حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کیا کہ آپ قاضی کیوں نہیں بننا چاہتے، آپ نے جواب دیا ''اے امیر! میں عربی نہیں، بلکی عجمی ہوں اور عرب کے سردار میرے حکم پر راضی نہ ہوں گے، آپؒ نے جواب دیا کہ میں اس عہدے کے اہل نہیں، خلیفہ منصور نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے فوراً جواب دیا کہ جھوٹا آدمی قضاہ کے لائق نہیں ہوتا یہ کہہ کر آپؒ نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کیسے ہیں؟ آپ کے لڑکوں اور جانوروں کا کیا حال ہے؟ اس پر خلیفہ نے کہا ''کہ اسے باہر نکالو یہ تو دیوانہ ہے'' آخر خلیفہ منصور نے شریح (شریک بن عبداللہ) کو قاضی کے عہدہ پر مامور کر دیا اس طرح امام ابو حنیفہؒ اس عہدہ سے بچے، چنانچہ امام ابو حنیفہ نے قاضی شرح کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور پھر کبھی ان سے بات تک نہ کی۔

Marfat.com

مہمان نوازی

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں جب مومن ایک جگہ مقیم ہوں انہیں حسب ذیل آداب کی پابندی کرنی چاہئے۔

''اس کے پاس جب کوئی مسافر آئے تو بڑی خوشی اور تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں حکم خداوندی ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان آئے، آپؑ فوراً اندر گئے اور (مہمانوں) کیلئے ایک موٹا تازہ بھنا ہوا بچھڑا لے آئے مزید فرمایا کہ میزبان کو مہمان سے نہیں پوچھنا چاہئے کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ یہ باتیں پوچھنا آداب کے خلاف ہے کیونکہ ان کا آنا اور جانا بحکم الٰہی ہے۔

خواہش نفس سے توبہ

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ اس طرح بیان گیا گیا ہے کہ آپؒ ایک کنیز پر فریفتہ تھے ایک رات کنیز کے مکان کی منڈیر کے نیچے ساری رات دیدار کیلئے کھڑے رہے۔ فجر کی اذان کے وقت ہوش آیا کہ میں نے ساری رات ایک کنیز کے دیدار کیلئے کھڑے کھڑے گزار دی اس خیال سے سخت ندامت ہوئی اور دل میں کہنے لگے ''اے مبارک کے بیٹے! تجھے شرم آنی چاہئے کہ آج رات تو خواہش نفس کیلئے کھڑا رہا جب کہ اس کے برعکس اگر امام نماز میں لمبی سورت پڑھ لے تو تو دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اس ہوائے نفس کے مقابلے میں تمہارا ایمان کا دعویٰ کس قدر کھوکھلا ہے، چنانچہ آپؒ نے اسی وقت توبہ کی اور علم کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے اور آخر وہ مقام پایا جو

Marfat.com

مقتدائے زمانے کو حاصل ہوتا ہے۔ توبہ صدق دل سے کر لی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمایا ہے۔

مستقل مزاجی

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ جب بوڑھے ہو گئے تو اس بڑھاپے میں بھی جوانی کے کسی ورد کو نہ چھوڑا، لوگوں نے عرض کی، اے شیخ! اب آپ بوڑھے اور کمزور ہو گئے ہیں ان میں سے کچھ نوافل چھوڑ دیجئے۔ انہوں نے فرمایا یہ تو وہ چیز ہے جن کی ابتداء میں ادا کر کے میں نے اس مرتبہ کو پایا۔ اب یہ ناممکن ہے کہ انتہا کو پہنچ کر میں ان سے دست بردار ہو جاؤں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راہ میں استقامت رکھنے والے کس طرح مستقل مزاج ہوتے ہیں بلکہ وہ لاغر اور ضعیف ہونے کے باوجود اپنے اندر جذبہ ایمانی اور قوتِ روحانی جوانی کے عالم سے زیادہ پاتے ہیں۔

ڈاکہ زنی سے توبہ

حضرت فضیل بن عیاضؒ اپنی ابتدائی زندگی مرو کے علاقے میں ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے۔ اپنی دلیری اور جرات مندی کے باعث اتنی شہرت رکھتے تھے کہ اس علاقے سے کوئی قافلہ حفاظتی دستہ کی مدد کے بغیر نہ گزر سکتا تھا۔ اس مذموم کام میں بھی انہوں نے اچھی عادات قائم رکھیں کہ وہ عورتوں اور کم سرمایہ والے حضرات کو نہ چھیڑتے ایک مرتبہ ایک سوداگر مرو سے روانہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ راستہ میں فضیل ہوگا لہٰذا اپنے ساتھ حفاظتی دستہ لے لو مگر اس سوداگر نے دستہ کی بجائے ایک قاری کو ساتھ لیا اور اللہ پر بھروسہ کے کر سفر شروع کے دیا۔ قاری راستہ میں اونٹ پر بیٹھا ہوا تلاوت کرتا رہا جب یہ حضرات اس جگہ پہنچے جہاں فضیل گھات لگائے ہوئے بیٹھا تھا

Marfat.com

تو قاری نے اتفاق سے یہ آیت پڑھی۔

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت قریب نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے پسیج جائیں یہ سنکر حضرت فضیل بن عیاضؒ کے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ ڈاکہ زنی سے سچی توبہ کر لی اور جن لوگوں کا سامان لوٹ چکے تھے انہیں تلاش کر کے سامان واپس کیا اور خود مکہ معظّمہ حج وزیارت رسولؐ کیلئے مدینہ منورہ چلے گئے۔

حاکم وقت اور درویش

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے وزیر فضل بن ربیع کی روایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے ہمراہ عازم مکہ مکرمہ ہوا جب ہم حج کر چکے تو خلیفہ نے مکہ مکرمہ میں موجود اہل اللہ کی زیارت کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے عبدالرزاق صنعائی اور پھر حضرت سفیان بن عینیہؒ کے ہاں لے گیا۔ ہارون الرشید نے کچھ وقت ان بزرگوں کے ساتھ گزارا اور جاتے وقت ان بزرگوں کا کچھ واجب الادا قرض بھی ادا کیا واپسی پر فضل سے کہا کہ ”اے فضل! ابھی تک میرا مقصد حاصل نہیں ہوا۔“ فضل بن ربیع نے کہا اے خلیفہ! مجھے یاد آیا ہے کہ حضرت فضیل بن عیاضؒ بھی یہاں موجود ہیں“ چنانچہ خلیفہ کو میں ان کی خدمت میں لے گیا۔ وہاں پہنچے تو شیخ حجرہ کے میں بیٹھے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ہمارے دستک اور تعارف کے بعد نیچے آکر دروازہ کھولا اور چراغ گل کر کے ایک کونے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے خلیفہ ہارون الرشید ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھے تو ان کا ہاتھ شیخ سے ٹکرا گیا اس پر شیخ درویش نے فرمایا ”کاش یہ ہاتھ جس سے زیادہ نرم ہاتھ میں نے کوئی نہیں دیکھا اگر عذاب الٰہی سے چھوٹ جائے تو کیا ہی اچھا ہو“ یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید ہچکیوں سے رونے لگے جب طبیعت سنبھلی تو شیخ درویش سے

Marfat.com

عرض کیا "اے فضیل! مجھے نصیحت کیجئے حضرت شیخ نے فرمایا" اے امیر المومنین! آپؒ کے دادا رسول ﷺ کے چچا تھے۔ انہوں نے آنحضرتؐ سے درخواست کی کہ مجھے کسی قوم کا سردار بنا دیجئے آپؐ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے نفس کو آپ کے جسم پر اسیر کر دیا یعنی آپ کا ایک سانس عبادت الٰہی میں اس سے بہتر ہے کہ خلقت آپ کی فرمانبرداری کرے، ترجمہ: کیونکہ امارات قیامت کے دن شرمندگی کا باعث ہو گی خلیفہ نے مزید نصیحت کرنے کی درخواست کی تو حضرت فضیل بن عیاضؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا واقعہ بیان کیا جب خلافت کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالی گئی۔ تو انہوں نے تین بزرگوں سالم بن عبداللہ، رجا بن حیات اور محمد بن کعب القرظی کو بلا کر اس مصیبت سے نجات پانے کی تدبیر دریافت کی چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا:

"اگر آپؒ قیامت کے روز عذاب الٰہی سے نجات چاہتے ہیں تو بوڑھے مسلمانوں کو اپنے باپ کی طرح اور ان کے لڑکوں کو اپنے بیٹے کی طرح جانیے یہ سارا اسلامی ملک آپؒ کا گھر ہے اور اس کے رہنے والے آپ کے اہل و عیال ہیں۔

شوروغل

ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن نوریؒ نے تین شبانہ روز اپنے گھر میں کھڑے ہو کر شور مچایا۔ لوگوں نے حضرت جنید بغدادیؒ سے جا کر حال بیان کیا۔ آپؒ اٹھ کر فوراً تشریف لائے اور فرمایا اے ابوالحسن! اگر تم جانتے ہو کہ اس شوروغل میں بھلائی ہے تو بتاؤ میں بھی شوروغل کروں، اور اگر تم جانتے ہو اس میں کوئی فائدہ نہیں تو دل کو رضائے الٰہی کے حوالے کر دو تا کہ تمہارا دل خوش و خرم رہے چنانچہ حضرت نوریؒ اس سے باز آ گئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! آپ کیسے اچھے استاد و راہنما ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے حضور دل میں عرض و استدعا کرنا چاہئے کیونکہ آہ و بکا کو وہ پسند نہیں کرتے۔

Marfat.com

ملامتِ نفس

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامیؒ سفرِ حجاز کے دوران ایک شہر میں پہنچے تو اہلِ شہر نے بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ آپ کا استقبال کیا جس کی وجہ سے آپ ان لوگوں کی رعایت میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔ اس پر آپ پریشان ہوکر بازار کی طرف نکل گئے اور آستین سے ایک روٹی کا ٹکڑا نکال کر کھانے لگے، یہ رمضان کا مہینہ تھا۔ ظاہر بین ہجوم آپؒ کی یہ حرکت دیکھ کر آپؒ کے پاس سے ہٹ گیا اور آپؒ کو تنہا چھوڑ گیا مرید سے کہنے لگے، ان کے نزدیک میں نے شریعت پر عمل نہیں کیا تو سب لوگ مجھے آزاد چھوڑ گئے حالانکہ میں حالتِ سفر میں ہوں (یعنی روزہ مجھ پر فرض نہیں)

تجزیہ نفس

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ ایک دِن امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ بن عفان کھجوروں کے باغ سے اس حال میں تشریف لا رہے تھے کہ لکڑیوں کا گٹھا آپؓ کے سر مبارک پر رکھا ہوا تھا حالانکہ آپ چار سو غلام رکھتے تھے کسی نے عرض کی کہ اے امیر المومنین یہ کیا ماجرا ہے! آپؓ نے فرمایا ''ارید ان اجرب نفسی'' میں نے چاہا کہ اپنے نفس کا تجزیہ کروں تا کہ لوگوں میں جو رتبہ ہے اس کی وجہ سے یہ نفس کسی کام سے مجھے باز نہ رکھے۔

بھاٹی دروازے کا جھگڑا

بھاٹی دروازہ لاہور جو راجپوتوں کے قدیم قبیلے بھاٹی یا بھٹیوں سے منسوب ہے۔ یہ لوگ زمانہ قدیم میں یہاں آباد تھے۔ آپ کی لاہور آمد کے بعد اسلام کی روشنی

Marfat.com

پھیلنا شروع ہوئی اور تبلیغِ دین سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور اس کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں نے بھاٹی دروازے کا نام ہجویری دروازہ رکھ دیا۔ بھاٹی یا بھٹی راجپوتوں نے اس کا بہت بُرا منایا۔ اس وقت لاہور کا راجہ جے سنگھ راجپوت تھا۔ بھٹی راجپوتوں نے بھاٹی دروازے کا نام جے سنگھ دروازہ رکھ دیا۔ جب واقعہ کی اطلاع حضرت علی ہجویریؒ کو ملی تو آپ نے ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے عمائدین کو بلوایا اور فرمایا کہ نام بدلنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ جب تک کہ دلوں میں انقلاب نہ آئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ آپ لوگ جو بھی نام رکھ لیں ہم کو منظور ہوگا۔ پھر فرمایا اور اگر اس دروازے کا پرانا نام جو بھاٹی دروازہ ہے وہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ ہجویری کی نسبت بھٹی قوم کا اس دروازے پر زیادہ حق ہے۔ جو یہاں صدیوں سے آباد ہیں۔ راجہ جے سنگھ آپ کے اس فیصلے سے بہت متاثر ہوا اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور پھر تقریباً تمام بھٹی راجپوتوں نے اسلام قبول کر لیا۔

لاہور کا نائب حاکم بھی ایک راجپوت جس کا نام رائے راجو تھا نے بھی حضرت داتا گنج بخشؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ آپ نے رائے راجو کا اسلامی نام عبداللہ اور لقب شیخ ہندی عطا فرمایا۔ (آپ کے بارے میں تفصیل اگلے صفحات پر درج ہے) آپ کے وصال کے بعد سب سے پہلے مزار شریف اور اردگرد کا چبوترا حضرت شیخ ہندی ہی نے تعمیر کروایا۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخشؒ کے چند زریں اقوال

☆ خدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔

☆ اگر بندہ غنا سے سرفراز ہو گیا تو یہ اس کے لیے ایک نعمت ہے مگر اس نعمت سے غفلت اسی طرح ہے جس طرح فقر میں حرص۔

☆ فقر غنا سے بہتر ہے جب طالب خدا سوا دینا کی ہر شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو پھر فقر ارغنا دونوں کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

☆ علم اس قدر سیکھنا فرض ہے جس سے عمل درست ہو، بے فائدہ علم سیکھنے کی حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔

☆ ایثار یہ ہے کہ تو اپنے ساتھی کا حق نگاہ میں رکھے اور اپنا حصہ اس کو دے دے اور ساتھی کے آرام کے لیے خود تکلیف اٹھائے۔

☆ جب وضو کے لیے ہاتھ دھوؤ تو دل کو دنیا کی دوستی سے دھو ڈالو۔

☆ خدا کی شناخت پر کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے بلکہ اسے اس کے کمال کی صفتوں سے پہچاننا چاہیے۔

☆ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اس کی کسی چیز میں خلل نہ آئے۔ نہ دنیاوی مال واسباب کے ملنے سے نہ اس کے نہ ہونے سے محتاج بنے۔ بلکہ نہ ہونے سے اور بھی خوش ہو کیونکہ فقیر جتنا تنگدست ہو گا۔ اس قدر اس کی زندگی الطاف مخفی اور اسرار روشن سے وابستہ ہو گی۔

☆ جو کچھ فقیر پر گزرے اسے کسی پر ظاہر نہ کرے اور جس بات کا اس پر ظہور ہو

Marfat.com

جائے اسے پوشیدہ نہ رکھے۔

☆ فقیر کا کمال فقر یہ ہے کہ اس کے فقر کے ترازو کے پلڑے میں دونوں جہان رکھ دیئے جائیں تو فرق ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ پڑے اور اسکی سانس دونوں عالم میں نہ سمائے۔

☆ علم معرفت کا طلب کرنا سب طالب علموں پر فرض ہے۔

☆ رضا دو طرح کی ہے حق تعالیٰ کی رضا بندہ سے اور بندہ کی رضا حق تعالیٰ ہے۔

☆ صوفی اسے کہتے ہیں جو اپنے معاملے اور اخلاق کو مہذب بنائے اور طبیعت کی آفتوں سے کنارہ کرلے۔

☆ سچا فقیر بن، خواہ کافروں کی سی کلاہ پہن

☆ نفس ایک باغی کتا ہے۔ کتے کے چمڑے کو جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔

☆ عارف عالم ضرور ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ عالم بھی عارف ہو۔

☆ دنیا کے ساتھ (آنکھ، ہاتھ، پاؤں) جو بظاہر ہر دوست نظر آتے ہیں دراصل تمھارے دشمن ہیں۔

☆ صوفی وہ ہے جس کی گفتار اور کردار ایک جیسے ہوں اور وہ استاد کا حق ہرگز ضائع نہ کرے۔

☆ بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ جوانوں کا لحاظ رکھیں اس لیے کہ ان کے گناہ کم ہیں اور جوانوں کو چاہیے کہ وہ بوڑھوں کا ادب کریں اس لیے کہ وہ جوانوں سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

☆ انسان کے لیے سب چیزوں سے مشکل خدا کی پہچان ہے۔

☆ بندہ کی رضا یہ ہے کہ خدا کے فرمان پر قائم رہے اور اس کے احکام سے

Marfat.com

سرتابی نہ کرے۔

☆ نفس کی مثال شیطان کی سی ہے اور روح کی مثال فرشتہ کی سی ہے۔

شادی

آپؒ کی شادی کے بارے میں قدیم تذکرہ نگاروں میں شہزادہ داراشکوہ (سفینۃ الاولیاء) مولانا جامی (نفحات الانس) اور مولانا سید عبدالحئی (نزھتہ الخواطر) حضرت علی ہجویریؒ کے سلسلہ ازدواج کے متعلق خاموش نظر آتے ہیں البتہ اس سلسلہ میں مستند حوالہ کشف المحجوب سے ملتا ہے۔

''حضرت علی ہجویریؒ کی پہلی شادی کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ دوسری شادی کے متعلق آپ تحریر فرماتے ہیں کہ گیارہ سال سے خدا تعالیٰ نے نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا قسمت نے آخر میں پھنسا دیا اور میں عیال کی صحبت میں دل و جان سے بن دیکھے ہی گرفتار ہو گیا تاہم آپ نے کشف المحجوب اور کشف الاسرار میں عورتوں سے خدا کی پناہ طلب کی ہے عورت کی ذات کو فتنہ و فساد کا مخزن قرار دیا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال تک میں اسی آفت میں غرق رہا یہاں تک کہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال عنایت بخشی اور اپنی رحمت سے مجھے خلاصی عطا کی۔ نکاح کے متعلق آپ نے کشف المحجوب میں تین قسم کے خیال ظاہر کیے ہیں۔

☆ مرد عورت سب نکاح کرنا عموماً مباح ہے۔

☆ جو حرام سے پرہیز نہ کر سکیں ان پر فرض ہے۔

☆ جو عیال کا حق ادا کر سکے اس پر سنت ہے۔

وصال:

ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے کسی کو بھی اس سے مفر نہیں وہ لوگ نیک ہوں ان کا دامن گناہوں سے آلودہ ہو پیغمبروں یا ولی اللہ ہر انسان کو اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی تاریخ وفات بھی تاریخ پیدائش کی

Marfat.com

طرح تذکروں میں درج نہیں ہے۔ البتہ اس بات پر تمام محققین و مورخین متفق ہیں کہ آپ کا وصال دنیا کے قدیم تاریخی شہر لاہور میں ہوا۔ دارا شکوہ نے سفینہ اولیاء میں 454ء یا 464 ہجری تحریر ہے۔ نکلسن کے نزدیک 465 یا 466 ہجری تحریر ہے نکلسن کے نزدیک 465ھ یا 469 ہے۔ آپ کے مزار پر جامی لاہوریؒ کی تاریخ وفات 465 ہجری درج ہے۔ البتہ ڈاکٹر مولوی محمد شفیع نے کشف المحجوب میں مذکور بعض شیوخ کے اسماء سے استناد کرتے ہوئے جو کشف المحجوب کی تحریر کے وقت فوت ہو چکے تھے یا زندہ تھے، یہ نتیجہ نکالا ہے کہ داتا صاحب 479 ہجری تک زندہ تھے۔ لیکن عبدالحی حبیبی نے اس استناد کو مزید آگے بڑھایا اور لکھا ہے کہ داتا صاحبؒ 481 ہجری سے 500 کے درمیان فوت ہوئے۔

(ڈاکٹر مولوی محمد شفیع مقالات دینی علمی 230 عبدالحی حبیبی مضمون تاریخ وفات حضرت داتا گنج بخش، اورینٹل کالج میگزین فروری 1960ء)

مقام تدفین:

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کا مزار شریف بیرونِ قدیم شہر لاہور بھاٹی دروازے کے سامنے بائیں جانب راوی روڈ پر واقع ہے بعض لوگوں کے مطابق یہ مقام آپ کی عبادت گاہ تھی جبکہ تدفین کا مقام شاہی قلعہ لاہور کے اندر مغربی جانب تہہ خانے میں واقع ہے اس بارے میں شہزادہ دارا شکوہ فرزند مغل شہنشاہ شہاب الدین شاہ جہاں (جو آپؒ کا نہایت عقیدت مند تھا دارا شکوہ نے آپ کے مزار شریف کا تابوت سنگ مرمر کی ایک ہی سل سے تعمیر کروایا تھا) نے سفینۃ اولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویریؒ کا مزار لاہور کے قلعے کے اندر مغربی کونے میں ہے۔

محکمہ اوقات حکومت پنجاب نے حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کے 959 ویں سالانہ عرس مبارک اپریل 2003ء صفر المظفر 1424ھ کو محمد جاوید اقبال اعوان سیکرٹری و ناظم اعلیٰ محکمہ اوقات حکومت پنجاب

Marfat.com

لاہور کی زیر نگرانی ایک کتابچہ جس پر نظر ثانی کے فرائض مسعود احمد اسٹنٹ ڈائریکٹر و لیکچرار محکمہ اوقات پنجاب نے سرانجام دیئے ہیں۔ ٹائٹل کا ڈیزائن نظیر احمد سابق ڈائریکٹر شعبہ ڈیزائن اوقات نے تیار کیا ہے کمپوزنگ محکمہ اوقات کے کمپیوٹر آپریٹر عبدالقیوم نے کی ہے اور اس کتابچہ کو ایور گرین پریس 4 چیمبرلین روڈ لاہور نے شعبہ تعلقات عامہ محکمہ اوقات پنجاب کی جانب سے شائع کیا ہے کتابچہ پر تعداد اشاعت 5000 پرنٹ ہے قیمت 10 روپے تحریر تھی جس کو بعد میں ربڑ کیا گیا ہے۔ اس کتابچہ کے صفحہ نمبر 10 پر مزار حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ کا محل وقوع اس طرح تحریر ہے کہ۔

مزار حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ

آپ کی وفات لاہور میں ہوئی اور اسی جگہ دفن ہوئے اور آپ کا مزار شہر کے اندر قلعے کے مغرب کی طرف واقع ہے آپ کا مزار سب سے پہلے غزنوی حکمران سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی (451ھ تا 492ھ 1059ء تا 1099ء) میں بنوایا اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی تعمیر و مرمت جاری رہی۔ اس کتابچہ میں محکمہ اوقات نے واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ آپ کا مزار شاہی قلعہ کے اندر مغرب کی طرف واقع ہے۔ جبکہ اس مضمون میں بیرون بھاٹی دروازہ آپ کے مزار کے بارے میں کوئی ذکر تک نہ کیا گیا ہے اس بات سے محکمہ اوقات کے اعلیٰ افسران کی کارکردگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے علاوہ ازیں شاہی قلعہ لاہور میں اس مزار کے حوالے سے محکمہ آثار قدیمہ اور محکمہ اوقات کی سرد جنگ میں بعض معاملات بھی خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ جس کو اس مضمون میں شائع کرنا مناسب نہیں البتہ اس سلسلے میں راقم کا مختصر سا مضمون درج ذیل ہے (ابن راوٗ)

Marfat.com

شاہی قلعہ لاہور میں حضرت علی ہجویریؒ کا مزار ......؟

قیام پاکستان کے بعد 51-1950ء میں مولانا احمد علی لاہوری کے بیانات اخبارات میں چھپے تھے کو حضرت علی ہجویریؒ کا اصل مزار شریف شاہی قلعہ لاہور کے اندر تہہ خانے میں ہے اس وقت شاہی قلعہ لاہور کے کیوریٹر حاجی ولی اللہ خاں تھے اس وقت اخبارات کی خبریں پڑھ کر سینکڑوں لوگ روزانہ شاہی قلعہ میں آنے شروع ہو گئے تھے۔ راقم الحروف نے شاہی قلعہ لاہور پر 1993ء میں ایک کتابچہ شائع کیا تو اس دوران شاہی قلعہ کے اندر تین مزارات کے بارے علم ہوا اور یہ بھی پتہ چلا کہ ان تینوں مزارات کو محکمہ آثار قدیمہ کے افسران کی خصوصی ہدایات پر نظر انداز کیا گیا ہے پھر یہ بھی پتہ چلا کہ ان میں سے ایک مزار کے بارے مشہور ہے کہ یہ حقیقت میں حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ سے منسوب ہے۔ راقم الحروف (ابن راؤ) نے یہاں حاضری دینے والے عقیدت مندوں اور قلعہ میں رہائش پذیر پرانے مکین ملازمین آثار قدیمہ سے بھی بات چیت کی مگر اس بارے میں جواب یہی ملا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں بڑے جلالی بزرگ ہیں۔ ان کے بارے میں زیادہ تحقیق درست نہ ہے۔ اور جس کسی نے بھی اس کو ظاہر کرنے کی کوشش کی نقصان میں رہا۔

قلعہ میں مقیم پرانے ملازمین آثار قدیمہ نے اس سلسلہ میں اپنے نام نہ ظاہر کرنے کے وعدہ پر چند واقعات بیان کئے جن کا تعلق قلعہ ہی کے ملازمین سے تھا۔ البتہ یہاں ایک واقعہ لیاقت شاہ کے حوالے سے تحریر ہے لیاقت شاہ ریٹائرڈ ملازم آثار قدیمہ (موجودہ گائیڈ شاہی قلعہ) کے مطابق وہ 1985ء میں شاہی قلعہ لاہور کے میوزیم میں ڈیوٹی پر تھا کہ ایک خوش لباس اجنبی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ

Marfat.com

اس مزار شریف پر ہر روز تقریباً 20 سے 25 افراد روزانہ حاضری دیتے ہیں۔ جن میں زیادہ تر فوج انتظامیہ کے اعلیٰ آفیسر اور کچھ اجنبی بزرگ شامل ہیں۔ راقم کی ملاقات یہاں ایک شخص شاہد بلوچ سے بھی ہوئی شاہد بلوچ کے مطابق اس کے پڑدادا علم دین بلوچ پھران کے بیٹے شاہ دین بلوچ پھران کے بیٹے اور اس سے والد عبدالغفور بلوچ پہلے قلعہ میں موجود اس مزار پر اور پھر قلعہ کے عقب میں حضرت شیر شاہ ولیؒ کے مزار پر حاضری دیتے رہے ہیں۔ اور 1986 سے وہ بھی مسلسل اس مزار پر حاضری دے رہا ہے۔

شاہد بلوچ کے مطابق اس کی شادی کو ہوئے کئی برس گزر گئے تھے کہ اس کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی تھی۔ ایک روز مزار کے آہنی دروازے پر کھڑے دعا کر رہے تھے کہ ایک بزرگ ان کے پاس آئے پھر انہوں نے ایک کنوں اور دو مسمی انہیں دیئے اور کہا کہ جاؤ یہ ہماری بہو کو کھلاؤ۔ میں نے ایک کنوں اور دو مسمی اپنی بیوی کو کھلائے خدا کی قدرت سے میرے ہاں پہلے ایک بیٹا اور پھر دو بیٹیاں ہوئیں۔

مشہور ہے کہ بارش کا پانی مزار شریف کے اندر نہیں جاتا۔ خواہ بارش کتنی ہی تیز کیوں نہ ہو۔ بارش کا پانی سیڑھیوں پر گرتا ضرور ہے مگر بہتا نہیں فوری جذب ہو جاتا ہے۔

پروفیسر محمود یوسف سلیم چشتی مشہور شارح اقبالیات فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اپنی وفات سے چند سال قبل غالباً 1958ء میں اپنی مجلس میں فرمایا تھا کہ سید علی ہجویریؒ کا مزار شاہی قلعہ کی شمالی دیوار سے متصل واقع ہے۔ جو مرور ایام سے عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔ اگر کھدائی کی جائے تو ظاہر ہو جائے گا۔ اس پر بعض لوگوں نے تنقید و تردید کی تو میں نے ایک تائیدی مضمون لکھا جو روزنامہ آفاق میں شائع ہوا۔ جس میں شہزادہ دارا شکوہ کی کتاب ''سفینۃ الاولیاء'' کا حوالہ دیا جو غالباً 1650ء میں چھپی تھی۔

(ماخوذ امام اولیاء نمبر صفحہ نمبر 526-525)

Marfat.com

کتاب الحسنات کے مولف ڈاکٹر لال دین اخگر کے مطابق انہوں نے حضرت لاہوریؒ کی زبان مبارک سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے سفینۃ اولیاء مصنف شہزادہ دارہ شکوہ میں پڑھا کہ حضرت سید علی ہجویریؒ کا مزار لاہور کے قلعے کے اندر مغربی کونے میں ہے۔ میں نے اپنے چھوٹے بیٹے حافظ حمید اللہ کو ساتھ لیا۔ اور قلعہ لاہور چلے گئے شاہجہان کی مسجد کے دروازے سے باہر مجھے خدائے ذوالمنن کے فضل سے انوار ولایت نظر آئے اور اب میں بتا سکتا ہوں کہ حضرت علی ہجویریؒ کا سر مبارک کہاں ہے۔ اور پاؤں مبارک کہاں ہیں۔ لیکن عامتہ الناس میں فتنہ پھیلنے کا اندشیہ ہے۔ اس کے بعد حضرت مولاناؒ نے صاحب قبر کے ساتھ جو مکاشفہ و مراقبہ میں گفتگو ہوئی۔ اس کو دہرایا جو کہ حسب ذیل ہے۔

"اصل علی ہجویری منہم۔ از عزنی آمدہ بودم۔ ایں جا بر لب دریا نشستہ بودم۔ ایں جا مردم دایں جا دفن کردہ شدم۔ او ہم کہ مشہور است۔ ہمنام من است واز شہر ماست۔

مولانا حاکم علی کی کتاب واقعات کشف قبور کے صفحہ 229 پر تحریر ہے کہ احسان قریشی صابری پرنسپل گورنمنٹ کمرشل کالج سیالکوٹ کے اپنے بیان کا جو کہ آپ نے محولہ بالا حضرت علی ہجویریؒ واقعہ کے ضمن میں ہفت روزہ خدام الدین میں 15 مارچ 1923ء کے شمارہ میں شائع کروایا تھا۔ خلاصہ درج ذیل ہے۔

راقم الحروف احسان قریشی کو حضرت شیخ تفسیر سے عمر بھر میں صرف ایک ہی دفعہ ملنے کا اتفاق ہوا اور وہ ملاقات ہی ایسی ملاقات ہے جس پر ہزاروں ملاقاتیں قربان کی جاسکتیں ہیں۔ چھ سات سال ہوئے کہ احقر نے اخبارات میں یہ خبر پڑھی کہ شیخ التفسیرؒ نے اپنے کشف کی بنا پر فرمایا ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ کی قبر لاہور کے قلعہ میں ہے۔ میں اس خبر کو پڑھ کر بڑا حیران ہوا اور دل میں ٹھان لی کہ کسی جمعرات کو لاہور جا کر حضرت مولانا احمد علی صاحب سے ضرور ملاقات کروں گا حضرت کی زیارت

Marfat.com

میرے ساتھ مزار شریف پر چلو میں نے اس شخص کو بتایا کہ مزار شریف میں جانے والا آہنی دروازہ مستقل طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ مگر وہ شخص بضد تھا کہ میں اس کے ساتھ چلوں میں نے اس شخص کو بتایا کہ میں اس وقت میوزیم میں ڈیوٹی پر ہوں۔ اور آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ اس کے اصرار اور میرے انکار پر اس شخص نے مجھے اپنا تعارف کرواتے ہوئے مجھے اپنا کارڈ دکھایا۔ اس وقت میرے ذہن میں اس کا نام نہیں آ رہا وہ شخص حاضر سروس کرنل تھا۔ پھر میں لحہ بھر سوچنے کے بعد اس لئے اس کے ساتھ ہولیا کہ مزار شریف کا دروازہ تو واقعی بند ہے باہر ہی سے دکھا کر واپس لے آؤں گا لیکن جب میں مقررہ مقام پر پہنچا تو دنگ رہ گیا۔ کہ فورمین عبدالمجید (مرحوم) آہنی دروازے کے نٹ توڑ رہا تھا جن کے اوپر ویلڈنگ کر کے مستقل طور پر آہنی دروازے کو بند کر دیا گیا تھا چونکہ لوگ تالے کو توڑ کر مزار شریف کے اندر چلے جاتے تھے۔ کئی بار تالا ٹوٹنے کے بعد ایسا کیا گیا تھا اور ہمارے وہاں پہنچتے ہی آہنی دروازہ کھل چکا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جسے اس دروازے کو ہمارے لئے کھولا گیا ہو۔ میں حیران تھا وہ شخص میرے ساتھ مزار شریف پر گیا۔ فاتحہ خوانی کی اور واپس آ گیا۔ دراصل میری پیدائش بھی شاہی قلعہ میں ہوئی تھی میرے والد قیام پاکستان سے قبل انگریز دور میں آثار قدیمہ میں ملازم تھے اور میں بچپن سے اس مزار کے بارے میں سنتا آ رہا تھا۔ اور بے شمار لوگوں کو یہاں آتے جاتے کئی سالوں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور اس شخص سے پوچھا کہ جناب یہ کیا ماجرہ ہے۔ اس دروازے کو تو واقعی مستقل طور پر بند کر دیا گیا تھا۔ پہلے تو وہ شخص خاموش رہا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ شاہ صاحب ہم یہاں خود نہیں آئے ہمیں بلوایا گیا تھا۔ پھر میں نے کچھ مزید جاننے کی کوشش کی شاید اس سے زیادہ وہ شخص مجھ سے بات نہ کرنا چاہتا تھا۔ جب وہ شخص رخصت ہونے لگا تو مجھ سے پھر رہا نہ گیا اور عرض کی گستاخی معاف جناب ان بزرگوں کا نام جاننا چاہتا ہوں یہ ہیں کوئی اللہ کے نیک بندے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ یہاں حاضری دیا

Marfat.com

کرو اور پھر بڑے اچھے انداز میں مجھے ٹال کر چل دیئے۔ کرنل صاحب کو رخصت کرنے کے بعد میں پھر مزار شریف پر آیا۔ اور فورمین عبدالمجید سے آہنی گیٹ کے کھولنے کے بارے تبادلہ خیال کرنے لگا فورمین عبدالمجید نے مجھے بتایا کہ اب سے کچھ دیر پہلے انجینئر شرافت اللہ قریشی (موجودہ انجینئر مقبرہ جہانگیر) نے مجھے حکم دیا تھا کہ ابھی جاؤ اور مزار شریف کا آہنی دروازہ توڑ کر وہاں کی صفائی کر کے آؤ میں نے ابھی دروازہ کھولا ہی تھا کہ فوراً تم اس شخص کے ساتھ یہاں آ پہنچے۔

اب تو ان بزرگوں میں میری دلچسپی اور بھی بڑھ گئی اور تقریباً ہر روز گیٹ پر حاضری دینے آتا۔ سید لیاقت شاہ کے مطابق وہ کئی برسوں سے ایک نوجوان کو یہاں حاضری دیتے ہوئے دیکھ رہا تھا جو فیصل آباد سے یہاں آتا تھا۔ اور حضرت صاحب کا بڑا معتقد تھا۔ اس نوجوان کی مجھ سے کئی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ وہ چاہتا تھا کہ مزار شریف پر سنگ مرمر کا فرش لگوائے اور سنگ مرمر کا کتبہ حضرت سید عثمانؒ المشہور شاہ جھولہ لاہوریؒ کا یہاں نصب کروائے سید لیاقت شاہ کے مطابق ان سمیت اور بہت سے لوگوں نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا مگر وہ نوجوان نہ مانا اور 1983 میں سنگ مرمر کا ایک کتبہ جس پر سید عثمان المشہور شاہ جھولہ لاہوریؒ اور یہ کہ آپ شیخ حسینی پنج پیر کے نام سے مشہور میں لکھوا کر لے آیا۔ کتبہ پر قرآن پاک کی آیات اور قطعہ تاریخ از مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم جو پہلے تحریر کیا جا چکا ہے بھی درج ہے۔ علاوہ ازیں سنگ مرمر کی 150 خوبصورت ٹائلیں فرش کے لیے لایا۔ ماہ اگست 1983ء میں وہ نوجوان کتبہ اور ٹائلیں یہاں قلعہ میں میرے پاس رکھ کر گیا۔ اور یکم ستمبر کو واپسی کا کہہ کر گیا تھا سنگ مرمر کی ٹائلیں تو تقریباً غائب ہو چکی ہیں۔ چند موجود ہیں لیکن کتبہ آج تک یہاں موجود ہے جسے راقم (ابن راؤ) نے خود بھی دیکھا ہے مگر بیس برس بیت گئے مسلسل آنے والا وہ نوجوان آج تک واپس نہیں آیا۔ یہ شخص یہاں مزار پر عرصہ سے دیسی گھی کے چراغ جلایا کرتا تھا۔ کتبہ پر یکم ستمبر 1983ء کی عبارت تحریر ہے۔

Marfat.com

بھی ہو جائے گی اور اپنے دل کے شکوک بھی رفع کروں گا۔ چنانچہ اگلی جمعرات کو لاہور روانہ ہو گیا۔ حضرت اقدس مفتی حسن محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا احقر ان کے ہاتھ پر بیعت تھا میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا احمد علی صاحب سے ملنا ہے اور فلاں بات کے متعلق گفتگو کرنا ہے۔ مفتی صاحب نے میری بات سن کر فرمایا میاں احسان! وہاں شوق سے جاؤ لیکن ادب ملحوظ خاطر رہے جتنا تم میرا ادب کرتے ہو اس سے دس گنا زیادہ ان کا ادب کرنا یاد رکھو اس وقت سلسلہ عالیہ قادریہ کا کوئی اور ایسا شیر روئے زمین پر زندہ انسانوں میں موجود نہیں۔ جیسے مولانا احمد علی صاحب ہیں۔ تمہاری باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے جیسے تمہیں ان کی باتوں کا یقین نہیں ہے تم شوق سے ان سے سوالات پوچھو مگر ادب ملحوظ خاطر رہے۔ مولانا احمد علی صاحب کی آواز سے زیادہ اونچی آواز بھی مت نکالنا۔ تم انگریزی خواں انسانوں میں میں نے ایک کمی دیکھی ہے کہ جب کوئی شیخ پکڑتے ہو تو اس کا ادب تو بہت کرتے ہو۔ لیکن دوسرے سلاسل کے بزرگوں کا ادب کما حقہ نہیں کرتے ہو"۔

میں نے مفتی صاحب سے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت! مولانا صاحب کی جوتیوں کی خاک کو بھی اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ احقر بڑے ہی ادب سے گفتگو کرے گا۔

القصہ! احقر نماز عصر کے وقت شیرانوالہ دروازہ کی مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت صاحب سے پانچ منٹ تخلیہ میں بات کرنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب میں نے آپ کی خدمت میں سوال کیا تو آپ نے جواب دیا۔ قلعہ میں مدفون بزرگ اور بھاٹی گیٹ میں دفن شدہ بزرگ دونوں ایک ہی نام، ایک ہی شہر اور ایک ہی محلّہ کے رہنے والے ہیں اور میں دونوں کو اہل اللہ سمجھتا ہوں۔"

میں نے سمجھا۔ حضرت صاحب اس کی تفصیلات میں جانا نہیں

Marfat.com

چاہتے۔ چنانچہ میں نے اجازت چاہی لیکن حضرت صاحب نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو میری بات پر اعتبار نہیں آیا۔ کہ ایک اور علی ہجویریؒ بھی قلعہ میں مدفون ہیں"۔ میں نے عرض کیا حضرت اگر میں ہاں میں جواب دیتا ہوں تو سوءادب ہے جس سے میرے مرشد نے منع فرمایا ہے اور اگر نہ میں جواب دوں تو کذب بیانی ہے۔ فرمانے لگے آپ کس کے مرید ہیں میں نے عرض کیا مفتی حسن محمد صاحب سے ارادت رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ آپ کے شیخ بڑے بزرگ ہیں ان کے مدارج الحمد اللہ بڑے بلند ہیں۔ پھر فرمایا میری بات صحیح تھی یا آپ کو میر بات میں شک ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت سوءادب کی شماتت کی امان پاؤں تو عرض کروں فرمایا نہیں نہیں صاف صاف بات کریں اس میں کوئی سوءادب نہیں میں نے عرض کیا کہ "مجھے شک ہے کہ علی ہجویری نام کے کوئی اور بزرگ موجود ہیں" حضرت نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے اپنے دل کی بات کھول کر کہی ہے اب آپ اس طرح کریں دو تین منٹ مراقبہ میں بیٹھیں اور دل میں اس بات پر غور کریں کہ علی ہجویریؒ نامی کوئی بزرگ لاہور کے قلعہ میں مدفون نہیں ہیں چنانچہ احقر نے آنکھیں بند کرلیں اور مراقبہ میں چلا گیا ناگہاں دیکھتا ہوں کہ میں قلعہ لاہور میں بیٹھا ہوں ایک قبر شق ہوئی اور ایک سفید لباس نورانی صورت بزرگ وہاں سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے "وہ علی ہجویری میرے ہم نام ہیں ہم شہر اور ہم وطن ہیں" اتنا فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ حضرت اقدس لاہوریؒ نور اللہ مرقدہ کے دست مبارک چومے اور واپس آ گیا۔

فی الواقع حضرت اقدس کا کشف کامل تھا کہ بیداری میں ہی احقر کا قلعہ والے بزرگ کی زیارت کرادی۔

(خدام الدین 15 مارچ 63 ماخوذ از صفحہ 461 کتاب الحسنات)

مولانا احمد علی لاہوری 1886ء میں گوجرانوالہ کے ایک قصبہ جلال آباد میں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ 1917ء میں آپ نے لاہور آکر بیرون شیرانوالہ دروازہ سکونت اختیار کی اور مسجد لائن سبحان خاں میں درس قرآن شروع کیا۔

1921ء میں ہجرت کر کے کابل چلے گئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر واپس لاہور آگئے آپ نے 1922ء میں انجمن خدام الدین اور 1924ء میں مدرسہ قائم العلوم بیرون شیرنوالہ دروازہ کی بنیاد رکھی۔ مفسرین قرآن میں آپ کا پایہ بہت بلند ہے۔ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک کے تقریباً 5000 علماء نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ علاوہ ازیں آپ جنگ آزادی کے نمایاں کارکنوں میں سے تھے اور متعدد بار گرفتار بھی ہوئے۔

آپ نے تمام زندگی زہد و تقویٰ، پرہیز گاری، عبادت خداوندی، اور خدمت انسانی میں گزاری۔ آپ نہ صرف قرآن پاک کے عالم تھے بلکہ اس کے عامل بھی تھے آپ تقریباً چالیس کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے 23 فروری 1962ء کو لاہور میں وفات پائی آپ کی آخری آرام گاہ قبرستان میانی صاحب میں واقع ہے۔

بزرگان لاہور کے صفحہ 127 پر پیر غلام دستگیر نامی تحریر فرماتے ہیں کہ سید عثمان ذوق وشوق اور جذب واستغراق والے پیر روشن ضمیر تھے مقام اوچ سے آکر لاہور مکین ہوئے اور خلق کثیر کو اپنی ارادت سے سرفراز فرمایا اور مقبول انعام ہوئے چھوٹے بڑے وضیع وشریف نے آپ کا اتباع کیا۔ علماء ہند نے بھی آپ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کے سوا چارہ نہ دیکھا۔

حضرت سید عثمانؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین اوچی قدس سرہ سے ملتا ہے یعنی آپ سید محمود اوچی بن سید بہاولدین بن سید حامد بن سید محمد شاہ بن سید رکن الدین المخاطب بہ ابوالفتح بخاری اوچی بن سید حامد بخاری اللقب بہ نوبہار صاحب دستار بن سید ناصر الدین بن سید جلال مخدوم جہانیاںؒ

Marfat.com

کے فرزند تھے۔ یہ تمام حضرات سلسلہ سہروردیہ میں اپنے آبائے کرام کے مرید تھے۔

آپؒ شاہ جھولہ لاہوری کے نام سے مشہور تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ اوچ شریف سے لاہور کی طرف شتر سوار آرہے تھے تو اونٹ کو تیز چلانے کی وجہ سے آپ کے بازو ہل رہے تھے۔ تو آپ نے اپنے بازوؤں کو مخاطب فرما کر کہا تم اتنی حرکت کیوں کرتے ہو۔ شاید تمہیں جھولہ ہو گیا ہے۔ اس بات کے کہنے پر واقعی بازو رعشہ زدہ ہو گئے اور آخری دم تک یونہی رہے۔

پنجابی میں جھولہ، رعشہ کو کہتے ہیں۔ سید عثمانؒ کی وفات آپ کی اولاد کے شجرہ قدیمہ کے مطابق 18 ربیع الاوّل 912ء کو سلطان سکندر لودھی کے عہد میں واقع ہوئی۔ مزار پر انوار شاہی قلعہ لاہور کے اندر تہہ خانے میں ہے۔ یہ جگہ قلعہ اکبری کی تعمیر سے پہلے شہر لاہور کی آبادی کے اندر واقع تھی۔ آپ شیخ حسین پنج پیر کے نام سے مشہور ہیں۔

قطعہ تاریخ از مفتی غلام سرور لاہوری مرحوم

میر عثمان چو گشت راہی خلد
یافت از حق بباغ خلد مکان
کو وصالش "امیر عثمان، بودا!
912ھ

مقدن جو د سید عثمان
(مطابق 9 اگست 1506ء ھ)
بسال عیسوی تاریخ چاہو!
تو نامی سے سنو عثمان مہ رخ
(1506ء)

Marfat.com

پیر غلام دستگیر نامی کی کتاب بزرگان لاہور ماہ اگست 1966ء میں شائع ہوئی تھی۔اس بارے میں مزید تفصیلات کے لیے پڑھیے راقم کی کتاب شاہی قلعہ لاہور۔

......☆......

Marfat.com

داتا دربار پر بجلی کی سپلائی

1912ء میں لاہور الیکٹریسٹی سپلائی کمپنی لاہور میں قائم ہوئی۔ لاہور برصغیر کا پہلا شہر تھا جہاں کمرشل بنیاد پر بجلی کی فراہمی شروع ہوئی۔ اور ابتدائی منصوبوں کے بعد لاہور میں وقتاً فوقتاً اس نظام میں ترقی ہوتی رہی لاہور میں بجلی کا موجودہ نظام ''لیسکو'' (LESCO) یعنی لاہور الیکٹریسٹی سپلائی کارپوریشن کے تحت ہے۔

1912ء میں لیفٹننٹ گورنر سر۔ایل ۔ڈبلیو۔ڈین نے گول باغ (ناصر باغ) میں بٹن دبا کر بجلی کا افتتاح کیا جس سے گول باغ روشن ہوگیا۔ لاہور میں بجلی کی کمرشل سپلائی کا پہلا کنکشن رائے بہادر لالہ میلا رام نے اپنے کارخانہ کیلئے حاصل کیا۔

لالہ میلا رام کا کارخانہ مزار شریف حضرت علی ہجویری کے بالمقابل تھا۔ جس کے آثار 1975ء تک موجود تھے۔ کارخانے کے ساتھ ہی لالہ جی کی کوٹھی تھی جو''لال کوٹھی'' کے نام سے شہر بھر میں مشہور تھی۔ 1918ء میں انفلوئنزا کی وبا اس شدت سے پھلی کہ خدا کی پناہ! چند ہی ماہ میں دو کروڑ انسان لقمہ اجل بن گئے۔ بدقسمتی سے رائے بہادر لالہ میلا رام کے تینوں بیٹے بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے اور ان کے گھر میں سخت اداسی چھا گئی۔ کرنل بھولا ناتھ کرنل امیر چند اور کرنل سدرلینڈ پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج جیسے یگانہ روزگار ڈاکٹر علاج کے لیے صبح شام آتے اور ہزار جتن کے باوجود طبیعت نہ سنبھلی۔ لالہ جی کے ہندو، سکھ اور مسلم دوستوں کا ''لال کوٹھی'' میں تانتا بندھا رہتا۔ سب بارگاہ الٰہی میں دعائیں مانگتے رہتے۔ خود لالہ جی فقراء میں خیرات تقسیم کرتے رہتے اور ان سے دعا کے طلب گار ہوتے۔

لالہ میلا رام کہتے ہیں کہ:

''ایک رات ہم سوئے ہوئے تھے کہ کمرے میں کچھ آہٹ سی

Marfat.com

ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش بزرگ براق لباس پہنے ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں تسبیح لیے میرے بیٹے ''گوپال داس'' کے پلنگ کے پاس کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر میں سہم گیا۔ اور چیخ کر کہا کہ آپ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے میری بات ان سنی کر دی اور دعا پڑھنے میں مشغول رہے۔ پھر وہ بزرگ میرے دوسرے بیٹے ''روپ رام'' کی چارپائی کے پاس گئے۔ اور وہاں بھی دعا مانگی۔ پھر تیسرے بیٹے کے پلنگ کے قریب جا کر بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد وہ بزرگ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

میں تمہارا پڑوسی گنج بخش ہوں۔ مجھ سے تمہاری پریشانی دیکھی نہ گئی اس لیے میں دعا کرنے کے لیے خود آ گیا ہوں۔ اب گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو شفاء دے گا۔''

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اس بزرگ کی دعا سے واقعی دوسرے دن تینوں کا بخار ہلکا ہو گیا۔ اور وہ کچھ باتیں بھی کرنے لگے۔ جب ڈاکٹر صاحبان مریضوں کو دیکھنے کے لیے آئے تو ان کی حالت بہت بہتر پا کر بہت خوش ہوئے اور کرنل امیر چند کہنے لگے کہ رات تو میں اس قدر موثر دوائی دے کر گیا تھا اس کا اثر تو ہونا ہی تھا۔ اس پر لالہ جی ہنس پڑے اور گزشتہ رات کی تمام کیفیت بیان کی۔ تمام حاضرین اس قصہ کو سن کر حیران و پریشان ہو گئے اور دیر تک اس بارے بحث و تکرار کرتے رہے۔

جب بیماروں کو مکمل شفاء ہو گئی تو رائے بہادر لالہ میلہ رام نے دربار کے سجادہ نشین کو اپنے ہاں بلا کر تمام واقعہ سنایا۔ اس کے بعد انہوں نے دریافت کیا کہ وہ کس انداز سے شکرانہ کی نذر پیش کریں۔ آیا کھانے کی دیگیں پکوا کر فقراء میں تقسیم کی جائیں یا پھر نذر کسی اور صورت میں ہونی چاہیے۔

Marfat.com

سجادہ نشین نے جواب دیا کہ کھانا تو آپ کی طرف سے ہر سال عرس کے موقع پر تقسیم ہوا ہی کرتا ہے۔ اب تو کوئی ایسی بات ہونی چاہیے جس سے مستقل فیض جاری رہے۔

آخر رائے بہادر لالہ میلا رام نے فوری طور پر دربار پر بجلی کے انتظامات اپنی طرف سے کرنے کو کہا۔ چنانچہ ایک ماہ کے اندر اندر دربار شریف پر بجلی کے تمام انتظامات مکمل کر لیے گئے جس کے بعد رائے بہادر ''لالہ میلہ رام'' نے دربار پر حاضری دے کر پہلے نذر پیش کی اور پھر اس کے بعد بٹن دبا کر دربار حضرت علی ہجویریؒ پر روشنی کا افتتاح کیا۔

فیض و برکت

بے شمار اکابرین اور اولیاء کرام نے آپؒ کے مزار شریف پر حاضری دی اور فیض پایا چند مشہور نام درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

☆ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

☆ حضرت شاہ حسین المعروف حضرت مادھو لال حسینؒ

☆ حضرت بہلول دریائیؒ

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ

☆ حضرت شاہ عنایت قادریؒ

☆ حضرت شیخ حسن علائیؒ

شہزادہ دارشکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے کہ چالیس جمعرات تک اگر کوئی شخص حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر حاضری دے اور خدا کو یاد کرتے ہوئے اپنی حاجت بیان کرے اور آپؒ کی روح سے مدد چاہے تو انشاء اللہ اپنے دل کی مراد پائے گا۔ اس سلسلہ میں شہزادہ دارشکوہ لکھتا ہے کہ میں چالیس روز متواتر حضرت کے مزار قدس پر حاضر ہوتا رہا اور جو میرے دل کا مقصد تھا وہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داتا گنج

Marfat.com

بخشؒ کے طفیل پورا کر دیا۔

بادشاہوں کی مزار پر حاضری:

حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر سب سے پہلے (وصال کے آٹھ سال بعد) ظہیر الدولہ ابراہیم غزنوی نے حاضری دی اس کے بعد خاندان غلامان، خاندان خلجی، خاندان تغلق، خاندان سادات اور لودھی خاندان کے جتنے بادشاہ بھی لاہور آئے سب کو آپؒ کے مزار شریف پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

پھر خاندان مغلیہ کے شہنشاہ جلال الدین اکبر نے بھی آپ کے مزار شریف پر حسن عقیدت کے پھول چڑھائے۔ مزار کی طرف جانے کا راستہ فرش دروازہ چوکھٹ دائیں اور بائیں جانب کے چبوترے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا حجرہ اعتکاف بھی پختہ کروایا۔ نور الدین جہانگیر شہاب الدین شاہ جہان، محی الدین اورنگ زیب عالمگیر اور شہزادہ دارا شکوہ کے علاوہ لاہور اور دیگر علاقوں کے حکام صوبے دار۔ نواب ناظم وغیرہ بھی آپؒ کے مزار اقدس پر حاضری دیتے رہے ہیں اور یہ نہ ختم ہونے والا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اور انشاء اللہ جاری رہے گا (ابن راؤ)۔

رنجیت سنگھ کی عقیدت:

مہاراجہ رنجیت سنگھ جس کے دور میں مشہور ہے کہ بہت سی مساجد اور مزارات منہدم ہوئے اور وہ سکھ ہونے کے باوجود آپؒ سے عقیدت اور محبت رکھتا تھا اور آپؒ کے مزار مبارک کا نہایت ادب واحترام کرتا تھا۔ ہر ماہ نذرانے بھیجتا اور عرس کے موقع پر ایک ہزار روپے نقد دیتا جس کی اصل دستاویزات آج بھی فقیر خانہ میوزیم اندرون بھاٹی دروازہ لاہور میں موجود ہیں۔ (ابن راؤ)

رنجیت سنگھ نے اپنے دور حکومت میں کئی مرتبہ مزار شریف اور گردونواح کی مرمت کروائی۔ مہارانی چندکور (رانی مہاراجہ کھڑک سنگھ) نے احاطہ مزار کے اندر ایک شاندار دلان تعمیر کروایا۔ رنجیت سنگھ اکثر باقاعدہ آپؒ اور حضرت شاہ حسین المعروف

Marfat.com

حضرت مادھولال حسینؒ کے مزار پر نہایت عقیدت اور ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حاضری دیتا تھا۔

خلفاء:

آپ کشف المحجوب میں صوفیاء کے غلط فرقوں پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کل کو کچھ غلط لوگ اپنے آپ کو مجھ سے منسوب کرنے لگیں لہذا یہ بھی ایک باعث ہوا کہ آپ کا سلسلہ آج موجود نہیں۔ البتہ قدیم کتابوں میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ ہندیؒ اور آپ کے دور فیق ابو سعید ہجویریؒ اور حضرت احمد حماسرخیؒ آپ کے خلفاء تھے۔

لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے عہد کے مشہور بزرگ

☆ حضرت شیخ اسماعیل لاہوریؒ
☆ حضرت یعقوب زنجانیؒ
☆ حضرت حسام الدین لاہوریؒ
☆ حضرت ابوسعید ہجویریؒ
☆ حضرت شیخ ہندیؒ
☆ حضرت میراں حسین زنجانیؒ
☆ حضرت موسی زنجانیؒ
☆ حضرت پیر غازی ازغیبؒ
☆ حضرت احمد حماد سرخیؒ

(مندرجہ بالا اولیاء کرام کی مختصر حالات زندگی اگلے صفحات پر تحریر ہیں)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ اسماعیل لاہوریؒ

حضرت شیخ اسماعیل محدث و مفسر محمود غزنوی کے دور حکومت 395ھ 1004ء میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کا تعلق خاندان سادات کے جد امجد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔ تحفۃ الواصلین تالیف شیخ احمد زنجانی میں مرقوم ہے کہ واعظان اسلام میں سے لاہور میں آپ تبلیغ دین کے لیے سب سے پہلے آنے والے بزرگ تھے۔ آپ نے لاہور میں علوم حدیث وتفسیر کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا اور آپ کے وعظ سے ہزاروں کفار مشرف بہ اسلام ہوئے۔ تحقیقات چشتی کے مطابق آپ لاہور میں ہندو راجہ ہوڈی اور سروان کے دور حکومت میں تشریف لائے اور آپ کے واعظ سے لوگ مسلمان ہوئے۔ پہلے روز جو آپ نے جمعہ کے بعد واعظ کیا تو 250 دوسرے جمعہ 350 جبکہ تیسرے جمعہ 500 ہندو مسلمان ہوئے اور آپ کے وعظوں میں اتنی تاثیر تھی کہ ہزار ہا لوگ مسلمان محمود غزنویؒ کے دور حکومت میں لاہور تشریف لائے۔ مورخین کی اکثریت نے سلطان محمود غزنوی کا زمانہ آپ کی آمد کا بیان کیا ہے۔ حضرت شیخ اسماعیل محدث لاہوری حافظ قرآن تھے۔ جمعۃ المبارک کے روز وعظ فرماتے تھے۔ آپ کی مجلس میں سامعین کا ہجوم رہتا اور روزانہ سینکڑوں لوگ مشرف بہ اسلام ہوتے رسالہ حقیقت اسلام کے مطابق آپ کی آواز اتنی بھلی تھی کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ کے وعظ میں آتا وہ کلمہ توحید پڑھے بغیر اور اسلام پر ایمان لائے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔ اس بارے میں تاریخی کتب کے اوراق خاموش ہیں کہ آپ کس مسجد میں جمعہ پڑھاتے اور وعظ فرماتے تھے۔ آپ نے 53 برس کی عمر

Marfat.com

میں 448 ہجری 1056 عیسوی میں وصال فرمایا۔ شاید اس زمانے میں مغل دور کی طرح گنبد نما عالی شان مقبروں کا رواج نہ ہو یا پھر خدا جانے کن وجوہات کی بناء پر آپ کا مقبرہ نہایت سادہ تعمیر کیا گیا۔ (واللہ علم الصواب)

کنہیا لال تاریخ لاہور میں لکھتے ہیں کہ اس متبرک مقبرہ پر گنبد نہیں مگر مکان نہایت قدیم ہے۔ اسلامی سلطنت کے وقت مکان کے ساتھ بہت بڑا باغ بھی تھا اور مزار سے جانب غرب جو کنواں ہے اس پر چرغ چوب چلتا تھا۔ عہد مغلیہ اور سکھ دور میں اس باغ اور مزار کو بہت سے حادثات پیش آئے انگریز دور میں مجاوروں نے مزار کی زمین انگریزوں کو فروخت کر دی اور اُنھوں نے اپنی رہائش میں شامل کر لی۔ قدیمی کنواں بھی رہائش گاہ میں آ گیا۔ اس باغ اور مقبرہ کی زمین ایک طرف دی کیتھڈرل سکول اور رومن کیتھولک گرجا گھر کے وسیع احاطہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جس کا ایک حصہ مزنگ تک تھا محمد دین فوق بیان کرتے ہیں کہ راقم 1923 میں اس مزار اور صاحب مزار کے حالات معلوم کرنے کے لیے وہاں گیا۔ معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ زمین بہت تھی جو متولی بیچ کر کھا گئے۔

مزار حضرت شیخ اسماعیل لاہوریؒ

حضرت شیخ اسماعیلؒ کا مزار ہال روڈ پر کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ہاسٹل کے گیٹ کے سامنے اور دی کیتھڈرل سکول کے ساتھ بائیں طرف چند چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں طے کرنے کے بعد بائیں جانب ایک چھوٹے سے حجرہ میں معمولی حالت میں موجود ہے۔ مزار شریف کو محکمہ اوقاف کے زیر انتظام لکھنے کے بجائے یہ لکھنا غلط نہ ہوگا کہ مزار شریف محکمہ اوقاف کے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ گلا کے کیش سمیت مزار کی دوکانیں جن کا سالانہ کرایہ لاکھوں روپیہ ہے۔ محکمہ اوقاف صرف ہضم کر رہا ہے۔ جس

Marfat.com

عظیم ہستی کے ہر وعظ میں ہر جمعہ کو سینکڑوں ہندو مسلمان ہوتے تھے۔ محکمہ اوقاف کی بے حسی اور عدم توجہ کے باعث آج اس سمندر کی طرح ہے جو انقلاب زمانہ کے زبردست تھپیڑوں کے حلقہ گرداب میں آنسو بن کر رہ گیا ہو۔ محکمہ اوقاف کے شاہی افسران حضرت اسماعیل لاہوریؒ کے مزار کی کمائی تو کھا رہے ہیں۔ مگر اس عظیم ہستی کے مزار کی حالت پر کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ مزار کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی محکمہ اوقاف کے زیر کنٹرول ہے مسجد میں لگے ایک کتبہ پر عبارت درج ہے۔ موجودہ مسجد کی تعمیر حسین خان راجپوت نے 1386ء 1397ء میں کروائی محکمہ اوقاف کی بے حسی کے ساتھ ساتھ ہزاروں مسلمان روزانہ اس متبرک مزار شریف کے سامنے سے گزرتے ہیں مگر افسوس کہ اس بزرگ کی روح کو کوئی دو ہاتھ اُٹھا کر دوائے خیر کے چند کلمات نہیں کہتا۔ کیونکہ اکثریت جانتی ہی نہیں کہ یہاں کون سی ہستی محو خواب ہے۔ اور نہ ہی یہاں حضرت اسماعیل لاہوریؒ کے نام کا کوئی بورڈ وغیرہ آویزاں ہے

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانیؒ

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کا تعلق خاندان سادات کے جدِ امجد حضور نبی کریم ﷺ کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہ الزہراؓ کے لختِ جگر حضرت امام حسینؓ سے ہے۔ آپؒ کے والدِ گرامی کا اسم شریف حضرت سید علی محمود اور والدہ کا نام حضرت مریم صغریٰ تھا۔ آپؒ کے والد اور والدہ دونوں خاندانِ سادات سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ آپؒ کے والد بڑے متقی اور پرہیز گار تھے اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ حالانکہ زنجان کے ایک خاصے بڑے جاگیردار تھے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے والد بزرگوار کی عمر جب 27 برس کی ہوئی تو اس وقت آپؒ کے والد کو ایک رات خواب میں آپؒ کے مرشد کی طرف سے بشارت ہوئی کہ "اے علی! اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے جو بیٹا عطا کرے گا وہ خاندانِ سادات کے جدِ امجد حضرت امام حسینؓ کے نقش قدم پر چل کر دنیا کے مال و اسباب اور جاہ و جلال سے بے نیاز رہ کر دینِ اسلام کی خدمت کرے گا۔" حضرت سید میراں حسین زنجانی 347ھ میں 26 شعبان بوقت 10 بجے رات زنجان میں پیدا ہوئے۔ اس نسبت سے آپ کا نام حسین رکھا گیا اور تاریخ میں آپ شیخ حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے مکان کے ساتھ مسجد سے حاصل کی۔ قرآن پاک کے علاوہ عربی، فارسی اور حرف ونحو کی تعلیم بھی حاصل کی۔ پھر بعد ازاں آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ کی طبیعت پر اوائل عمر ہی

Marfat.com

سے اللہ کی محبت کا جذبہ غالب تھا۔ بچپن ہی میں آپ زنجان کی آبادی سے باہر کھیتوں میں نکل جاتے اور مظاہرِ فطرت کا مشاہدہ کرتے اور با آواز بلند قرآنی آیات پڑھتے۔ عالمِ شباب میں آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ زمینوں پر کاشت کا کام کاج کرتے۔ بالآخر دنیا کی رنگینیوں اور دلچسپیوں سے آپ کا دل اُچاٹ ہو گیا اور اسرارِ ربانی کے حصول کا شوق دن بدن بڑھتا گیا۔ پھر حضرت ابوالفضل ختلیؒ کی روحانیت کا چرچا سن کر ایک روز حضرت ابوالفضل ختلیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے دستِ حق پر بیعت کی۔ حضرت ابوالفضل نے جب دیکھا کہ عظیم المرتبت مرید نے ظاہری و باطنی علوم میں کامل دسترست حاصل کر لی ہے اور آپ پر رحمتِ خداوندی کا فضل مکمل ہو چکا ہے۔ تو آپ کے پیرومرشد نے آپ کو خرقہ ولایت عطا فرمایا اور فرمایا'' اے حسین! یہ خرقہ سرورِ کائنات مقبولؐ نے حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔ اُنھوں نے خواجہ حسن بصری کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست مجھ تک پہنچا۔''

اجازتِ بیعت اور مسند ارشاد عطا فرماتے ہوئے آپ کے مرشد نے آپ کو اپنا عمامہ عطا فرمایا اور آخر میں آپ کے حق میں خلوص سے دعا فرمائی اور میراں کا خطاب دیا۔ جو رموزِ ولایت میں اعلیٰ درجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

خرقہ خلافت عطا فرمانے کے بعد آپ کے مرشد نے آپ کو ہندوستان جا کر تبلیغِ اسلام کا حکم دیا اور آپ نے ہندوستان جانے کا ارادہ کیا۔ جب آپ کے دو چھوٹے بھائیوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے بڑے بھائی حسین بحکم مرشد تبلیغِ اسلام کے لیے ہندوستان جا رہے ہیں تو اُنھوں نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ آپ کی زیرِ قیادت ایک چھوٹا سا قافلہ سفر کے لیے تیار ہوا۔ جس میں آپ کے بھائی حضرت سید یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی مع اہل و عیال شامل تھے۔ بحکم مرشد 385ھ کے آخر میں آپ نے اس تبلیغ سفر کا آغاز کیا اور ایک قصبہ تونہمیں پہنچے۔ پھر قصبہ تونہ سے قزوین کا رخ کیا۔ قزوین سے روانہ ہوتے وقت آپ

Marfat.com

کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانی نے آپ کو مشورہ دیا کہ شہر رے کو بھی دیکھنا چاہیے چنانچہ آپ نے شہر (رے) کا رخ کیا۔ جو اس دور میں ایک بارونق شہر تھا۔ شہر (رے) سے شہر سبزوار گئے۔ سبزوار سے ثمنان گئے اور وافظان شہر میں قیام کرتے ہوئے نیشاپور پہنچے۔ پھر اسماعیل خیل گئے۔ جہاں وحشی قسم کے لوگ آباد تھے۔ پھر یہاں سے گاؤں کاکا خیل گئے۔ کاکا خیل کے لوگ حضرت خالد بن ولید کی اولاد سے تھے۔ کاکا خیل کے بعد ہزارہ گئے۔ پھر سفر جنجوعہ پر روانہ ہوئے۔ جنجوعہ سے تقریباً 300 میل دور دور ریگستان ہیں جو مغرب کی جانب واقع ہیں۔ ان کو صحرائے سسطان کہتے ہیں۔ یہاں سے مہمند پہنچے۔ پھر مہمند سے قصبہ چنہ اور پھر ہلمند روانہ ہوئے۔ ہلمند سے آگے کوہِ ہندوکش کی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ ان پہاڑیوں کو براہِ راست عبور کرنا نہایت دشوار تھا۔ اس لیے آپ ان پہاڑیوں کا چکر کاٹ کر غزنی پہنچے۔ اس وقت سلطان محمود غزنوی ہندوستان پر حملہ کی تیاری میں مصروف تھا۔ غزنی میں آپ نے محلّہ دارالسلام میں سکونت اختیار کی۔ غزنی سے آپ نے کابل کا رخ کیا۔ کابل سے جلال آباد روانہ ہوئے۔

روایت ہے کہ خان باز خان حاکم کی ایک لڑکی آسیہ تھی جو جزام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا تھی۔ خان باز خان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیٹی کے لیے دعا کا کہا۔ آپ نے پانی دم کر کے دیا اور فرمایا کہ اس پانی کو دوسرے پانی میں ملا کر اپنی بیٹی کو نہلاؤ۔ نہلانے کے بعد حاکم کی بیٹی ٹھیک ہوگئی اور یوں آپ کی کرامت کی دھوم دور دور تک پھیل گئی۔

خان باز خان جو سلطان محمود غزنوی کی طرف سے ایک علاقے کا حاکم تھا آپ کی روحانی شہرت کے بارے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر یہاں سے جلال آباد کا رخ کیا۔ جلال آباد سے پشاور آئے اور پھر پشاور سے مارگلہ پہنچے۔

مارگلہ میں بت پرست لوگ رہتے تھے۔ یہاں ایک جادوگر ''بدو'' کا بہت

Marfat.com

اثر تھا۔ جو جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالتا تھا اور ''گوسائیں'' کے نام سے مشہور تھا اور اسے اپنے جادو پر بڑا گھمنڈ تھا۔ جب گوسائیں نے آپ کی آمد اور دعوتِ توحید کا حال سنا تو اس نے آپ سے مقابلے کی ٹھانی۔ پھر گوسائیں نے اپنا کمال دکھایا۔ اس نے جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالنی شروع کر دی۔ پھر آپ نے اللہ کا نام لے کر ایک پھونک ماری تو اس کے منہ سے آگ نکلنی بند ہو گئی۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور ایمان لے آیا۔ گوسائیں کے قبول اسلام کے بعد اس کے بے شمار ساتھی مسلمان ہو گئے۔

مارگلہ سے آپ منزل بہ منزل ہوتے ہوئے گجرات شہر آئے۔ پھر گجرات سے گزرتے ہوئے گکھڑ آئے۔ گکھڑ شہر گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے درمیان واقع ہے اور آج کل ایک شہر کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ گکھڑ سے آپ نے اپنی اصل منزل لاہور کا رخ کیا اور دریائے راوی کے مغربی کنارے پر پہنچے۔ شام کا وقت تھا۔ راوی طغیانی پر تھا۔ اس لیے آپ نے راوی کنارے سے ایک بڑے درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا اور ایک شب وہاں گزاری۔ آپ کی لاہور آمد کے بارے میں مختلف مورخین کے آرائیں مختلف ہیں۔

تحقیقاتِ چشتی کے مولف مولوی نور احمد چشتی تحریر کرتے ہیں کہ آپ سید یعقوب زنجانی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔

آپ نے زندگی بھر کرامات کے اظہار سے بے حد اجتناب فرمایا لیکن پھر بھی غیر ارادی طور پر رحمتِ خداوندی تصرفات اور چیدہ چیدہ لوگوں کے سامنے آپ کی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کئی روز تک دو ہندوؤں کو روزانہ دعوت دیتے رہے ایک روز ان دونوں نے مشورہ کیا کہ یہ بڈھا روزانہ ہمیں تنگ کرنے آ جاتا ہے اور اس نے ایک نئے دین کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ کیوں نہ اس کا کام تمام کر دیا جائے

Marfat.com

اور ایک روز آپ کا تعاقب کرتے ہوئے آپ کی قیام گاہ تک آ گئے۔ ابھی شام تھی۔ اس لیے رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ عشاء کے بعد آپ عبادت الٰہی میں مشغول تھے اور دروازہ کھلا ہوا تھا اچانک دونوں ہندو آپ کے کمرے میں آ گئے اور حملہ آور ہوئے اور اُنھوں نے تیز چھروں سے آپ پر وار کرنا چاہا تو دونوں اندھے ہو گئے۔ اس طرح جب تیسری مرتبہ اندھے ہو کر ٹھیک ہوئے تو ان کا دل بیدار ہو گیا کہ یہ تو کوئی اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اس کی دعوت سچی ہے۔ شاید ہم ہی جھوٹے ہیں۔ مگر آپ یادِ الٰہی میں مشغول تھے۔ پھر وہ دونوں آپؒ کے قدموں میں گر گے اور مسلمان ہو گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کی قیام گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ہندو کاشتکار کے کھیت تھے۔ وہ صاحب اولاد تھا اور کھیتی باڑی سے اپنا ذریعہ معاش کماتا تھا۔ اس کے بیٹے تین تھے اور وہ دمہ کا مریض تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ اس کی زمینوں کے ساتھ ایک درویش رہتا ہے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیماری کے متعلق بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ اس نے بے شمار طبیبوں سے علاج کروایا ہے مگر شفا یابی نہیں ہوئی۔ آپ نے ہندو سے کہا تم دینِ اسلام قبول کر لو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تم تندرست ہو جاؤ گے۔ اس ہندو نے سوچا کہ میں دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔ بظاہر کلمہ پڑھ لیتا ہوں تندرست ہو جاؤں تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ چنانچہ وہ ہندو آپ کے کہنے پر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ تو اس کی تکلیف فوراً جاتی رہی۔ جب وہ جانے لگا تو آپ نے فرمایا کہ سچے مسلمان رہو گے تو ہمیشہ کے لیے تمہاری بیماری ختم ہو جائے گی اور اللہ کو دھوکہ دینے کی نیت ہے تو پھر اسی مرض میں مبتلا ہو جاؤ گے پھر اس نے آپ کے قدم پکڑ لیے اور صدقِ دل سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اپنے کھیتوں سے آپ کی خدمت میں سبزی و اجناس وغیرہ بھیجتا۔ اس کے مسلمان ہونے اور آپ کی خدمت میں اشیاء بھیجنے پر اس شخص کے بیٹے باپ سے ناراض رہنے لگے۔

Marfat.com

پھر چند برس بعد وہ شخص دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ باپ کی وفات کے بعد بیٹوں نے آپ کو سبزی بھیجنا بند کر دی اور ان کے ذہن میں خیال آیا کہ ان کا باپ تو بیوقوف تھا۔ ان کا یہ خیال کرنا ہی تھا کہ فوراً ان کے کھیتوں کی ہری بھری فصل خشک ہوگئی۔

چنانچہ وہ تینوں بھائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور پھر سے ان کے کھیت ہرے بھرے ہوگئے اور تینوں بھائی مسلمان ہوگئے اور آپ کی خدمت میں اپنے باپ کی طرح آخری دم تک ساتھ رہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت یعقوب زنجانی آپ سے ملنے کی غرض سے آپ کے پاس تشریف لائے اگرچہ اکثر آپ کی حضرت یعقوب زنجانی سے ملاقات رہتی تھی۔ لیکن اس روز حضرت یعقوب کافی دیر بیٹھے رہے اسی اثناء میں رات ہوئی۔ حضرت میراں حسین زنجانی چاہتے تھے کہ حضرت یعقوب کی مہمان نوازی کریں۔ لیکن آپ کے پاس اس وقت کوئی چیز میسر نہ تھی۔ دونوں بھائیوں نے مل کر نمازِ مغرب ادا کی۔ پھر کمرے میں بیٹھ گئے۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج کچھ ہوتا تو میں بھائی حضرت یعقوب کو کھلاتا۔ دل میں خیال کا آنا ہی تھا کہ یکدم آپ کمرے سے باہر نکلے اچانک آپ نے دیکھا ایک نوجوان ہاتھ میں کھانا اُٹھائے کھڑا ہے اس نے آپ کو کھانا پکڑایا اور خود غائب ہوگیا۔ آپ معاملہ سمجھ گے۔ پھر آپ نے کھانا حضرت یعقوب زنجانی کی خدمت میں پیش کیا اور دونوں بھائیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ مزید یہ کہ کھانا بالکل تازہ اور گرم تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ کسی کام کی غرض سے دریائے راوی کے پار دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے۔ مگر آپ کے پاس کرایہ نہ تھا۔ آپ نے کشتی کے ملاح جس کا نام سنتو رام تھا سے کہا کہ ہمیں کشتی میں بٹھا لو مگر ہمارے پاس کرایہ نہ ہے۔ سنتو رام نے کہا کہ بابا کام کر ہم تیرے جیسے لوگوں کو مفت دریا پار کروانے لگے تو

Marfat.com

کرلی کمائی۔ آپ نے فرمایا کہ رزق کا کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے۔ حتیٰ کہ کشتی بھر گئی اور ملاح کشتی لے کر دریا میں چل دیا اور آپ کو کشتی سے اُتار دیا اور آپ واپس چل دیے۔ دریا طغیانی میں تھا اور یکدم آندھی آ گئی۔ پھر کشتی قابو سے باہر ہوگئی اور ڈوبنے لگے۔ سنتو رام کے دل میں آیا کہ کاش میں اس درویش کو کشتی میں بٹھا لیتا تو کشتی نہ ڈوبتی۔ حضرت میراں حسین زنجانی کا خیال آتے ہی ملاح سنتو رام نے دیکھا کہ آپ دریا میں ہیں اور کشتی کو کندھا دیے ہوئے ہیں۔ آخر آپ کی روحانی مدد سے کشتی ڈوبنے سے بچ گئی اور ملاح کی ملاقات آپ سے ہوگئی۔ اس نے اپنے کیے پر آپ سے معافی مانگی اور مسلمان ہوگیا۔ حضرت میراں حسین زنجانی نے اس ملاح کا نام محمد زبیر رکھا۔

قیام لاہور کے دوران ابتدا میں آپ نے کچھ عرصہ اس جگہ پر گزارا جہاں آج کل آپ کے نام کی کھوئی (چاہ) ہے۔ اس زمانے میں آپ زیادہ تر تبلیغ میں مصروف رہے اور دن کا بیشتر حصہ لاہور شہر کے گلی کوچوں میں تبلیغ کرتے ہوئے گزارتے لیکن رات کو اکثر اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے آتے کبھی کبھار آپ حضرت یعقوب زنجانی کے پاس بھی رات بسر کیا کرتے تھے۔ چاہ کے مقام پر کچھ عرصہ گزارنے کے بعد آپ اس جگہ پر رہائش پذیر ہوگئے جہاں پر آج کل آپ کا مزار اقدس واقع ہے۔ یہاں آپ نے ایک چھوٹا سا کچا کمرہ تعمیر کیا۔ جس کا دروازہ شمال رویہ تھا۔ یہ وہ جگہ ہے جو آج کل آپ کے گنبد کے پائنتی جانب اور جائے اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتیؒ کے غروب رویہ ہے اور بصورتِ صحن ہے۔ اس کمرے کے باہر شرق رویہ ایک جگہ آپ نے کھانا پکانے کے لیے ایک چولہا بنایا تھا۔ قیام لاہور کے دوران آپ نے عرصہ دراز اسی کمرے میں گزارا۔

حضرت یعقوب زنجانی نے چونکہ ابتدائی ایام میں محنت مزدوری کا کام شروع کیا تھا اور وہ عیالدار تھے۔ اس لیے اکثر کچی اشیاء آپ کو دے دیا کرتے تھے

Marfat.com

جنہیں آپ خود پکا لیتے تھے۔ بسا اوقات فاقے سے بھی شب و روز بسر ہوتے تھے۔ بعض اوقات خدا کی طرف سے آپ کو رزق پہنچ جاتا تھا۔ لیکن وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ آپ کے عقیدت مندوں میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ تو آپ کی قیام گاہ پر لنگر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے کل 44 سال لاہور میں قیام فرمایا۔ ایام آخر میں آپ سخت بیمار ہوئے اور 19 شعبان بوقت عصر 431ھ میں آپ کی روحِ جسد خاکی سے پرواز کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملی۔ آپ کے وصال کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ غسل اور کفن دینے کے بعد جب 20 شعبان صبح کے وقت آپ کا جنازہ شہر سے باہر لایا جا رہا تھا تو عین اس وقت حضرت علی ہجویریؒ لاہور میں داخل ہو رہے تھے۔ جب حضرت داتا علی ہجویریؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ اس وقت حضرت علی ہجویری کو اپنے مرشد کا یہ حکم یاد آیا کہ اے علی! تم لاہور جاؤ۔ جس کی تفصیل حضرت علی ہجویریؒ کے مضمون میں تحریر ہے۔

حضرت علی ہجویریؒ نے لوگوں کو حکم دیا کہ میت کو کندھوں سے اُتار کر زمین پر رکھا جائے۔ آپ کے کہنے پر لوگوں نے میت کو زمین پر رکھ دیا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے کفن کھول کر آپؒ کے نورانی چہرہ مبارک کی زیارت کی۔ اس کے بعد آپ کا جنازہ آپ کی جائے قیام یعنی زنجان باغ میں لایا گیا۔ جہاں پر آپ ذکر و اذکار کیا کرتے تھے۔ اس باغ میں آپ کی قبر بنائی گئی حضرت داتا صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت سید میراں حسین زنجانی کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اُتارا۔

مورخین لاہور کی اکثریت نے حضرت میراں حسین زنجانی کا سالِ وصال 604ھ درج کیا ہے۔ جو تاریخی اعتبار سے درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حضرت علی ہجویریؒ 431 ہجری میں لاہور تشریف لائے تھے۔ دراصل حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی وفات اور حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ کی آمد کا سن ایک ہی یعنی

Marfat.com

431 ہجری ہے

آپ کے عرس کی ابتداء کب ہوئی اور کس نے کی اس کے بارے میں تاریخ کے اوراق خاموش نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آپ کا عرس صدیوں سے منایا جا رہا ہے۔ تاریخ کی قدیم کتابوں میں آپؒ کے عرس کا حوالہ ملتا ہے۔ تحقیقاتِ چشتی اور تاریخِ لاہور از کنہیالال میں تحریر ہے کہ سکھوں کے دور میں آپ کے مزار پر بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔ باغ زنجان اس جگہ واقعہ ہے جہاں آج کل آپ کا مزارِ مبارک ہے۔

مزار حضرت میراں حسین زنجانیؒ

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کا مزار لاہور ریلوے اسٹیشن سے آگے پرانی میوہ منڈی کے ساتھ سرکلر روڈ چوک کے ساتھ دائیں جانب ایک موریہ پل ہے۔ یہاں سے موٹر سائیکل رکشے عزیز روڈ نیلم سینما سے ہوتے ہوئے چاہ میراں روڈ پر دائیں جانب باب میراں تک جاتے ہیں۔ باب میراں کے اندر مسجد میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف کے اندر شیشہ کاری کا نفیس کام کیا گیا ہے۔ پائنتی دائیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی چلہ گاہ ہے۔ دائیں جانب کچے فرش میں آٹھ قبور ہیں جبکہ بائیں جانب سنگ مرمر کی چھوٹی چار دیواری کے اندر چھ قبور ہیں۔ چار آگے پہلی تین سنگ سرخ کی ہیں۔ باہر وسیع صحن ہے۔ دائیں درسگاہ جامع زنجانیہ ہے جبکہ بائیں شفا خانہ میراں حسین زنجانی محکمہ اوقاف کے زیر انتظام ہے۔ شفا خانہ کے سامنے بڑ کے دو بڑے درخت ہیں۔ جہاں چراغ روشن رہتے ہیں۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت یعقوب زنجانیؒ

حضرت یعقوب زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے شہر زنجان ایران کے موجودہ دارالخلافہ تہران سے تقریباً 100 میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور اس نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے آپ کا تعلق خاندان سادات کے جدامجد حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت فاطمہؓ کے بیٹے حضرت امام حسینؓ سے ہے۔

آپ کے والد گرامی کا اسم شریف حضرت سید علی محمود اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت مریم صغریٰ تھا۔ حضرت سید علی محمود کے ہاں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں سب سے بڑے حضرت میراں حسین زنجانی " آپ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے" پھر دو صاحبزادیاں حضرت کلثوم اور حضرت زینب پیدا ہوئیں۔ پھر چار لڑکے حضرت اسحاق زنجانی، حضرت یعقوب زنجانی، حضرت موسیٰ زنجانی اور حضرت علی زنجانی پیدا ہوئے اور پھر ایک لڑکی حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی لاہور تشریف لائے اور تینوں بھائیوں نے لاہور ہی میں وصال فرمایا۔ جبکہ بقیہ اولاد شہر زنجان ہی میں رہی۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے 20 سال کی عمر میں فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کی۔ تحقیقات چشتی کے مولف مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب زنجانی اپنے بڑے بھائی حضرت میراں حسین زنجانی کے ہمراہ 535 ہجری

Marfat.com

میں عہد بہرام شاہ غزنی میں لاہور تشریف لائے۔ جبکہ تحقیقات چشتی ہی کے صفحہ 238 پر تحریر ہے کہ حضرت یعقوب زنجانی نے 557 ہجری میں لاہور میں نزول فرمایا۔

تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سلاطین طوریہ کے زمانے میں لاہور آئے یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582ھ سے شروع ہوتا ہے۔

مفتی غلام سرور لکھتے ہیں کہ سید یعقوب زنجانی اور میراں حسن زنجانی لاہور اکٹھے تشریف لائے۔ لیکن مفتی غلام سرور نے آپ کی لاہور آمد کا سن تحریر نہیں کیا۔

ملفوظات قاسمیہ سفینۃ الا خیار اور آفتاب زنجان کے مطابق آپ کی آمد کا سال 387ھ 997ء ہے جو راقم الحروف کی تحقیقات کے مطابق درست معلوم ہوتا ہے (ابن زاوٗ)

یہ علاقہ بعد میں شاہ عالمی کے نام سے مشہور ہوا۔ کیونکہ آپ شادی شدہ تھے اور آپ کے بچے آپ کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ اس لیے رہائش آپ کے لیے اشد ضروری تھی۔

ابتداء میں آپ نے محنت مزدوری کو اپنا ذریعہ معاش بنایا اور محنت مزدوری کر کے بسر اوقات کرتے۔ آپ ظاہر شریعت کے سختی سے پابند تھے آپ کا ہر فعل سنت کے مطابق ہوتا۔ محنت مزدوری کے ساتھ آپ نے ذکر وفقر بھی جاری رکھا۔

حضرت یعقوب زنجانی شہر لاہور کے جنوبی حصہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ اس زمانے میں لاہور سے ملتان اور کشمیر سے پشاور تک کے علاقہ پر راجپوت راجہ جے پال کی حکمرانی تھی اور ہندو دھرم عروج پر تھا۔ شہر لاہور مندروں سے بھرا پڑا تھا۔ عوام کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی۔ شراب، زناء، جواء، اور دیگر برائیاں عروج پر تھیں۔

حضرت یعقوب زنجانی حضرت میراں حسین زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی

Marfat.com

تینوں بھائیوں نے اپنے اپنے علاقہ میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا شہر لاہور کی گلی کوچوں میں اسلام کی دعوت دیتے تحفہ الابرار میں تحریر ہے کہ حضرت یعقوب زنجانی نے علوم باطنی سے بہرہ ور ہونے کے لیے اپنے والد محترم حضرت سید علی محمود کے دست مبارک پر ہی بیعت کی جوزنجان میں اپنے دور کے جید عالم دین اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل پیر طریقت تسلیم کیے جاتے تھے۔

حضرت یعقوب زنجانی نے اپنے والد گرامی کے زیر سایہ منازل سلوک طے کیں۔ عرصہ دراز فکر ریاضت اور مراقبہ میں مصروف رہے اور علوم باطنی سے بہرہ ور ہونے کے بعد والد بزرگوار سے خلافت عطا ہوئی۔ 29 سال تک آپ نے اپنے والدین کی خدمت کی اور جاگیر کے انتظام میں بھی اپنے والد بزرگوار کا ہاتھ بٹاتے رہتے۔ لاہور آمد سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے کر لاہور آئے۔

سفینتہ الاولیاء میں شہزادہ دارا شکوہ تحریر کرتا ہے کہ 557ھ میں حضرت صدر دیوان زنجانی کا اصل نام سید یعقوب زنجانی تھا شیخ المشائخ حضرت سید حسین زنجانیؒ سید اسحاق زنجانی اور امام علی لاحق کے ہمراہ تشریف لائے۔

ایک مرتبہ چند مصائب زدہ ہندوؤ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت بارگاہ الٰہی میں ہمارے واسطے دعا فرمائیں کہ ہماری مشکلات آسان ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے بارگاہِ رب العزت میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگی کہ یا الٰہی اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سائل کندگان کی مشکلات حل فرما۔ وہ دُعا کروانے کے بعد واپس چلے گئے اور اُن سب کی مرادیں پوری ہوئیں چنانچہ وہ سب نذر و نیاز لے کر آپ کی خدمت میں اگلے ہی روز حاضر ہوئے اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کی بزرگی کا چرچہ دور دور تک پھیل گیا۔

بعد ازاں بہت سی کرامات اور خرقِ عادات کے اظہار سے لاہور کے علماء اور

Marfat.com

شرفاء بھی آپ کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہوتے گئے۔ آپ نہایت وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اس سے بڑی خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اس کے حال پر اتنی شفقت فرماتے کہ اسے سو فیصد یقین ہو جاتا ہے کہ آپ صرف میرے ہی حال پر کرم فرماتے ہیں۔ بے شمار لوگ روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے روحانی فیض و برکات کی بدولت اسلام کی روشنی سے اپنے قلوب منور فرماتے چنانچہ اس شمع معرفت کی کرنوں کی روشنی اور چمک سے لاہور کی ظلمت کفر و شرک ختم ہونا شروع ہو گئی۔

آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف کثیر تعداد میں ہندو مسلمان ہوئے بلکہ فرماں روائے پنجاب بھی آپ سے فیض یاب ہو کر آپ کا معتقد ہوا۔ اس زمانے میں حکومت غزنوی کی جانب سے راجہ باہم لاہور کے صوبے کا گورنر تھا۔ راجہ باہم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ خاندان غزنوی کا رعب ہندوؤں پر چھا جائے۔

راجہ باہم حضرت یعقوب زنجانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتح کے لیے آپ سے دعا کرائی۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ حملہ کرو خدا تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ پھر راجہ باہم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کیا تو اُسے فتح نصیب ہوئی۔

قبولیت دُعا کا یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر راجہ آپ کا مرید ہو گیا۔ پھر راجہ نے بہت سی زمین آپ کی نذر کی جس سے آپ کا خزانہ ظاہری دولت سے بھی پُر ہو گیا۔ اس نے آپ کا وظیفہ بھی مقرر کیا جس سے آپ کی بقیہ زندگی معاشی اعتبار سے بہت اچھی گزری۔

ملفوظات قاسمیہ کے مولف سید محمد قاسم زنجانی کے مطابق آپ نے 460ھ میں وفات پائی۔ آپ کو آپ کی قیام گاہ میں دفن کیا گیا۔ جہاں آج کل آپ کا مزار شریف موجود ہے۔ تحقیقات چشتی میں آپ کی وفات کا سنہ بحوالہ سفینۃ الاولیاء

Marfat.com

604ھ درج ہے۔

تحقیقات چشتی میں آپ کے مزار کی متعلقہ عمارات وقبور کا حال درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار کا احاطہ بہت وسیع تھا۔ غرب رویہ اس کے قصاب خانہ اور مشرق رویہ تالاب رتن چند اور گردونواح تمام قبرستان کی حد بہت دور تک تھی۔ احاطہ مزار کی قبروں کے علاوہ یہاں داروغان مہاراجہ رنجیت سنگ اور قاضیان لاہور کے قبرستان بھی تھے۔ مزار کے مغرب کی طرف جو قصاب خانہ تھا اس کے ساتھ ہی مزار سے متعلقہ پہلوانوں کا اکھاڑہ تھا۔ قبر پر سنگ مرمر کا تعویز تھا اور ایک طرف نشست گاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی تھی ۔ یہ نشست گاہ یہاں آج تک موجود ہے۔ (ابن راؤ)

جہاں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اعتکاف کیا تھا۔ غرب رویہ ایک مسجد پختہ عالیشان جس کے تین در محرابی کلاں ہیں۔ مشرقی جانب سبزی منڈی تھی۔ تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیالال نے اپنی کتاب تاریخ لاہور میں آپ کے مزار شریف کے حالات یوں درج کیےہیں کہ آپ کا مزار مبارک پختہ چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ آپ کا مزار ایک چبوترے پر ہے۔ چبوترے کے غرب رویہ پختہ عمارت اور ایک عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کی تین محرابیں مقطع ہیں۔ اب ہر سال 16 رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے لیکن اب کچھ چرچا نہیں کیونکہ دونوں طرف لالہ رتن چند کے تالاب اور ان کی سرائے نے مزار اور اس کی متعلقہ عمارتوں کو چھپا رکھا ہے۔

محمد دین فوق آپ کے مزار شریف کا حال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مزار کا احاطہ بہت تنگ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ مزار کی متعلقہ زمین متولیوں نے بیچ دیں یا لوگ خود قابض ہو گئے۔ قصاب خانہ اور پہلوانوں کے اکھاڑے بھی نابود ہو چکے ہیں قصاب خانہ غالباً اُس وقت یہاں سے ہٹایا گیا جب 1881ء میں

Marfat.com

میو ہسپتال اور میڈیکل کالج کی تعمیر شروع ہوئی۔ قبرستان بھی اسی زمانے میں بند ہو چکا تھا۔ احاطہ مزار کی جو زمین دیوان رتن چند کی سرائے اور تالاب سے بچ گئی وہ یار لوگوں کے کام آئی۔ چنانچہ اب وہاں کئی مکانات موجود ہیں۔ اُنھیں میں خانقاہ کے متولی بھی رہتے ہیں۔ کچھ زمین زنانہ ہسپتال والوں نے لے لی۔ سرائے رتن چند میں سبزی منڈی لگتی تھی۔ جب 1927ء میں لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوئے تو ہندوؤں نے سبزی منڈی بیرون موچی دروازہ کا بائیکاٹ کر کے اس سرائے میں ایک ہندو سبزی منڈی قائم کی چونکہ وہ ہنگامی جوش تھا۔ اس لیے وہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔

مزار حضرت یعقوب زنجانیؒ

میو ہسپتال کے ساتھ ہسپتال روڈ پر لیڈی ایچی سن ہسپتال کے دروازے سے مشرقی جانب تھوڑے سے فاصلے پر ایک چھوٹی سی تنگ گلی گزرتی ہے۔ جو خانقاہ حضرت صدر دیوان پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس راستہ کے دائیں جانب سرائے رتن چند کی پشت اور بائیں جانب لیڈی ایچی سن ہسپتال کی طویل دیوار ہے۔ حضرت یعقوب زنجانیؒ کا مزار مبارک اب نظروں سے بالکل پوشیدہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے 20 سال کی عمر میں فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کی۔ اس وقت آپ کے 136 ویں سجادہ نشین سید ادریس زنجانی (المشہور اللہ اکبر والے) ہر روز 9 تا 11 بجے تک علاوہ (جمعتہ المبارک) مزار شریف پر عوام الناس کی رہنمائی کے لیے موجود ہوتے ہیں اور بے شمار خواتین و حضرات روزانہ ان سے فیض پاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جمعتہ المبارک کی نماز کی امامت بھی یہاں خود کرواتے ہیں (ابن راوٴ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت موسیٰ زنجانیؒ

حضرت موسیٰ زنجانیؒ حضرت میراں حسین زنجانیؒ اور حضرت یعقوب زنجانیؒ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔ آپ کو میر موسیٰ زنجانی کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ آپ کے والد گرامی کا اسم شریف حضرت سید علی محمود اور والدہ کا نام مریم صغریٰ تھا۔ حضرت موسیٰ زنجانی پانچ بھائی اور تین بہنیں تھیں جن کا ذکر حضرت یعقوب زنجانی کے مضمون میں تفصیل سے تحریر کیا جا چکا ہے۔ بھائیوں میں آپ چوتھے نمبر پر تھے بڑے بھائی حضرت میراں حسین زنجانیؒ تھے۔ دوسرے حضرت اسحاق زنجانی اور تیسرے حضرت یعقوب زنجانیؒ تھے آپ سے چھوٹے آپ کے ایک بھائی حضرت علی زنجانیؒ تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائی حضرت میراں حسین زنجانی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے تھے اور آپ تینوں بھائیوں نے بقیہ تمام زندگی تبلیغ دین کے لیے لاہور ہی میں گزاری اور اسی شہر میں وصال فرمایا۔ جبکہ آپ کے دیگر دو بھائی حضرت اسحاق زنجانیؒ اور حضرت علی زنجانیؒ اور تین بہنیں حضرت کلثوم حضرت زینب اور حضرت فاطمہ اپنے والدین کے ساتھ شہر زنجان میں مقیم رہے۔ آپ کی زنجان سے لاہور آمد کی تفصیلات حضرت میراں حسین زنجانیؒ اور حضرت یعقوب زنجانیؒ کے مضامین میں تحریر کی جا چکی ہے۔

حضرت موسیٰ زنجانی نے بنیادی تعلیم والدین سے ہی حاصل کی بعدازاں اپنے مکان کے ساتھ امام مسجد سے بھی درس لیتے رہے۔ جیسا کہ سابقہ مضامین میں تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ کے والد گرامی حضرت سید علی محمود زنجانی اپنے دور کے فاضل

Marfat.com

علماء میں سے تھے۔ کہ آپ نے خالص دینی ماحول میں پرورش پائی یہی وجہ تھی کہ ابتداء ہی سے آپ کے رجحانات نہایت مذہبی تھے۔ علاوہ ازیں آپ کی گھریلو دینی تربیت کی وجہ سے آپ کا رجحان تصوف کی طرف مائل تھا۔ ایام نوجوانی میں آپ اپنے ولد گرامی کے کاموں میں ان کی مدد کرتے رہے۔ باقی وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارتے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت میراں حسین زنجانی کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضرت میراں حسین زنجانی کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کرنا شروع کیں آپ کا سلسلہ طریقت جنیدیہ تھا۔

تحقیقات چشتی کے مطابق حضرت موسیٰ زنجانی اپنے بڑے بھائیوں حضرت میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانیؒ کے ہمراہ 535 ہجری میں بہرام شاہ غزنوی کے دور حکومت میں زنجان سے لاہور تشریف لائے۔ جبکہ تحقیقات چشتی ہی کے صفحہ 238 پر تحریر ہے کہ آپ 557 ہجری میں لاہور تشریف لائے۔ تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال لکھتے ہیں کہ آپ سلاطین طور کے زمانے میں لاہور تشریف لائے۔ یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582 ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ ملفوظات قاسمیہ سفینہ الاخبار اور آفتاب زنجان کے مطابق آپ کی آمد لاہور کا سال 387 ہجری 997ء ہے اور یہی درست معلوم ہوتا ہے (ابن راؤ)

لاہور آمد کے بعد شروع شروع میں کچھ عرصہ آپ نے اپنے بھائی حضرت یعقوب زنجانی کے ساتھ ہی قیام کیا یہ مقام ایک طرف شاہ عالمی (شہالمی) اور میو ہسپتال کے وسط اور دوسری طرف مقبرہ قطب الدین ایبک اور گوالمنڈی کے وسط میں واقع تھا۔ بعد ازاں آپ شہر لاہور کے شمال مشرقی جانب رہائش پذیر ہو گئے۔ اس مقام پر آج کل مستی دروازہ ہے۔ (مستی دروازہ مسجدی دروازہ) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ موجودہ مستی دروازہ کے قریب رہائش پذیر ہونے کے بعد آپ کبھی کبھی اپنے

Marfat.com

بڑے بھائی حضرت میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی سے ملنے جاتے اور ان سے باطنی رہنمائی حاصل کرتے۔ مشہور ہے کہ آپ پہلے عرصہ دراز تک اللہ کا ورد کرتے رہے پھر اللہ ھو الصمد کا ورد کرتے رہے جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ پر مجذوبانہ کیفیات طاری ہوتی گئیں پھر ایک وقت آیا کہ آپ پر بہت گہری حالت جذب طاری ہوگئی لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جذب کی کیفیات نارمل ہوتی گئی۔ آپ نے تمام زندگی شادی نہیں فرمائی اور تمام عمر عبادت الٰہی اور دین کی تبلیغ میں گزار دی حالت جذب میں آپ اکثر شہر لاہور میں پھرتے رہتے۔ ہندو اکثر آپ کا مذاق اُڑاتے آپ پر آوازیں کستے اور آپ کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرتے۔ بسا اوقات ہندو لڑکے آپ کے پیچھے دوڑتے اور مختلف طریقوں سے آپ کو تنگ کرتے۔ مگر آپ پر ان سب باتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا ور آپ ان کے ہتھکنڈوں سے بے نیاز اپنی دنیا میں مست رہتے۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپ پر جذب کا غلبہ ختم ہوگیا۔ لیکن پھر بھی آپ اکثر اوقات حالت استغراق میں رہتے۔ مگر جب یہ حالت ختم ہو جاتی تو آپ شہر لاہور میں توحید کا پرچار کرتے پھرتے اور لوگوں کو خدائے واحد کی عبادت کرنے کی تلقین کرتے۔ جس پر ہندو آپ کے دشمن ہو گئے اور آپ کی طرح طرح کی اذیتیں پہچانے لگے چنانچہ آپ اس مقام یعنی موجودہ مستی دروازہ کی جگہ سے موجودہ لاہور ریلوے اسٹیشن سے شمال مشرقی جانب آ کر سکونت پذیر ہو گئے اس جگہ کا نام قیام پاکستان سے قبل بھارت نگر تھا۔ مگر اب اس نام کو بدل دیا گیا ہے اور یہ جگہ آج کل پاک نگر کے نام سے مشہور ہے۔

بعض ہندو لوگ آپ کے معتقد بھی تھے۔ ایک مرتبہ لاہور کے ایک ہندو خاندان کی عورت آپ کے بارے میں سن کر اپنی بیمار بیٹی کو آپ کے پاس لے کر آئی اس عورت نے اپنی بیٹی کا بہت علاج کروایا مگر اسے کہیں سے شفاء یابی حاصل نہ ہو سکی کوئی طبیب اور حکیم لڑکی کے مرض کا علاج نہ کر سکا تھا۔ پھر جب وہ خاتون آپ کے

Marfat.com

بارے میں سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی بیٹی کی تندرستی کے لیے آپ سے دعا کرنے کی درخواست کرنے لگی وہ ہندو عورت اپنی بیٹی سے بے حد پیار کرتی تھی اس نے آپ کو اپنی بیٹی کے علاج کے لیے جن مشکلات کا سامنا کیا وہ آپ کے گوش گزار کیں۔ آپ نے اس وقت جہاں بیٹھے تھے وہیں سے تھوڑی سی خاک اُٹھا کر اس ہندو عورت کو دے دی اور فرمایا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ تیری مشکل حل کرے گا اس ہندو عورت نے گھر جا کر وہ خاک اپنی بیٹی کو دی وہ لڑکی بالکل تندرست ہوگئی آپ کی اس کرامت کا ہندو عورت پر بڑا اثر ہوا۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے تمام رشتہ داروں اور ہمسایوں وغیرہ کو بتایا۔ آہستہ آہستہ آپ کی کرامت کا چرچا ہونے لگا۔ پھر جب شہر کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ شہر کے باہر بیٹھا ہوا فقیر بڑا کمال ہے۔ اس کی دی ہوئی خاک میں بڑی تاثیر ہے۔ بیمار ہندو آپ کے پاس دور دور سے آنے لگے جہاں پر آپ بیٹھے ہوتے وہاں سے خاک اُٹھا کر بیماروں کو دیتے اور وہ تندرست ہو جاتے۔ پھر ایک وقت آیا کہ آپ جس جگہ پر بیٹھے ہوتے لوگ وہاں سے خاک اُٹھا کر لے جاتے اور شفا پاتے۔ حضرت موسیٰ زنجانی نے 81 سال کی عمر میں 440 ہجری میں وفات پائی آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی رسومات آپ کے بڑے بھائی حضرت یعقوب زنجانی نے ادا کیں۔

مزار حضرت موسیٰ زنجانیؒ

حضرت موسیٰ زنجانیؒ کا مزار مبارک لاہور ریلوے اسٹیشن سے شمال مشرقی جانب سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ بوائز سکول نولکھا پارک اور تھانہ مصری شاہ سے چند قدم کے فاصلہ پر مدرسہ زنجانیہ و جامع مسجد حنفیہ کے صحن میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف کے حجرہ میں چھت تک چاروں طرف سنگ مرمر کی جالیاں ہیں گنبد کے اندر خوب صورت شیشہ کاری کی گئی ہے۔ یہ کام برائے ایصال ثواب نواب حاجی وزیر علی نے

Marfat.com

حال ہی میں کروایا ہے۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ زنجانیہ میں بچوں کو قرآن پاک حفظ و ناظرہ تجدید وقرأت کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ (ابن راؤ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت حسام الدین لاہوریؒ

حضرت حسام الدین حضرت داتا علی ہجویریؒ کی لاہور آمد سے قبل لاہور میں رشد و ہدایت کی شمع منور کیے ہوئے تھے۔ حضرت داتا علی ہجویریؒ کشف الاسرار میں آپ کا ذکر فرماتے ہیں۔ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ شیخ حسام الدین ایک پاک طینت بزرگ تھے۔ اُنھوں نے 78 سال کی عمر میں لاہور میں وصال فرمایا ان کی بیماری کے آخری دن میں ان کی عیادت کے لیے گیا۔ تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ جس وقت وفات پائی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ اللھم انت ربی انا عبدک ترجمہ: (اے میرے رب تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں) میں نے ان سے عرض کی کہ اے شیخ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں تو اُنھوں نے فرمایا کہ اے علی۔ کسی کا دل نہ دکھانا اور کوشش کرنا کہ تجھ سے کوئی ناراض نہ ہو۔ جس قدر ممکن ہو لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ مگر باوجود اس بات کے کبھی کسی کو اپنا دوست نہ سمجھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ (تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے فتنہ ہیں) میری حالت سے عبرت حاصل کر۔ اس وقت میری جان نکل رہی ہے مگر نہ میرا بیٹا میری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی اور رشتہ دار کام آسکتے ہیں۔ جو کچھ میں نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہی میرا توشہ ہے اور وہی میرے آگے کام آئے گا۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھ سے حضرت حسام الدینؒ نے کہا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس کی مشکل آسان فرما دیتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کشف الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان (حضرت حسام الدین لاہوریؒ) سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور درج ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔

(1) حق کی مدد
(2) خاموشی
(3) بھوک
(4) تنہائی
(5) خلقت کے میل جول کو ترک کرنا
(6) خلوت میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا

مندرجہ بالا سطور سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت شیخ حسام الدین لاہوریؒ ایک قدیم لاہوریؒ بزرگ تھے آپ نہایت زاہد اور عابد تھے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ ان چند بزرگوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے حضرت علی ہجویریؒ سے قبل لاہور میں تبلیغ اسلام کے کام کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علی ہجویریؒ نے آپ کے اسم گرامی کو اپنی تحریر کشف الاسرار میں جس انداز سے تحریر فرمایا ہے اس سے آپؒ کے بلند مرتبہ اور عظمت کی تعریف ہوتی ہے حضرت علی ہجویریؒ نے کشف الاسرار میں آپؒ کے وصال کے وقت آپ کی عمر 78 سال تحریر فرمائی مگر اس بات کا ذکر نہیں کہ وصال کے بعد آپ کو لاہور میں کس مقام پر دفن فرمایا گیا۔ راقم الحروف کے خیال کے مطابق ہوسکتا ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ نے ہی آپ کا نماز جنازہ پڑھایا ہو اور تجہیز و تکفین کی رسومات بھی خود فرمائی ہوں اور اپنی قیام گاہ کے قریب ہی کسی مناسب جگہ پر دفن فرمایا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت پیر غازی المشہور پیر از غیبؒ کا مدفن آپؒ ہی کا ہو (ابن راوٴ) کیونکہ حضرت داتا علی ہجویریؒ حضرت حسام الدین لاہوریؒ کی وفات سے کچھ دیر قبل ان کی عیادت کے لیے ان کے پاس تشریف لائے تھے (واللہ علم الصواب)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت پیر غازی از غیبؒ

حضرت پیر غازی المشہور بہ پیر از غیبؒ لاہور کے قدیم ترین بزرگوں میں سے ہیں آپ کس علاقہ سے کس دور میں لاہور تشریف لائے اس بارے میں تاریخ لاہور پر لکھی جانے والی کتب کے اوراق خاموش نظر آتے ہیں۔ حضرت پیر غازی المشہور بہ پیر از غیب کا مزار شریف حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مزار شریف کے ساتھ قبرستان پیر از غیب میں واقع ہے۔

آپؒ کے مزار شریف کے بارے میں پتہ لگنے کی روایت مدینۃ الاولیاء صفحہ 991 اور حدیقۃ اولیاء صفحہ 285 پر یوں تحریر ہے۔ کہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کی عالمہ فاضلہ دختر شہزادی زیب النساء کو قریب خانقاہ حضرت داتا ہجویریؒ ایک عمارت بنوانی تھی۔ مگر اس جگہ دیوار قائم نہ رہتی تھی۔ پھر زیادہ بنیاد کھودنے سے قبر برآمد ہوئی۔ چونکہ صاحب قبر کا نام برآمد نہ ہوا۔ لہٰذا اسے پیر از غیب کے نام سے موسوم کیا گیا کتاب مدینۃ الاولیاء اور پیر غلام دستگیر نامی نے بزرگان لاہور میں ایک کرامت آپ کی یہ تحریر کی ہے کہ جس کا گلہ متورم ہو گیا ہو وہ مزار سے ایک سنگریزہ اُٹھا کر لے جاتا اور سوجی ہوئی جگہ پر پھیرتا ہے تو شفا ہو جاتی ہے اور وہ اس ٹھیکری کے برابر مصری وزن کر کے تقسیم کر دیتا ہے اور ٹھیکری پھر وہیں چھوڑ جاتا ہے مدینۃ الاولیاء اور حدیقۃ الاولیاء میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ خیال ہے کہ یہ بزرگ حضرت داتا گنج بخشؒ کے زمانہ کے قریب ہی وفات پا کر یہاں دفن ہوئے ہوں گے اور حوادث زمانہ سے آپ کی قبر دب گئی ہو گی (واللہ اعلم الصواب)

Marfat.com

حضرت حسام الدین لاہوریؒ جن کے متعلق حضرت علی ہجویریؒ نے کشف الاسرار میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کی آمد سے قبل حضرت حسام الدین لاہوریؒ لاہور میں رشد وہدایت کی شمع منور کئے ہوئے تھے اور جن کے متعلق پہلے مضمون تحریر کیا جاچکا ہے ہوسکتا ہے یہ مزار آپ کا ہو (ابن راؤ)

مزار حضرت پیر غازی ازغیبؒ

حضرت پیر غازی المعروف بہ پیر ازغیبؒ کا مزار شریف داتا دربار (سونے کا دروازہ) سنہری دروازہ سے چند قدم آگے اس سڑک کے بائیں طرف ایک چھوٹی سی گلی میں تکیہ پیر ازغیب میں مرجع خلائق ہے۔ مزار شریف تقریباً تین فٹ بلند چبوترے پر ایک چھوٹے سے 10× 8 کے حجرہ میں واقع ہے مزار شریف تین طرف سے ایک بلند عمارت کے اندر واقع ہے۔ قبر کے چاروں طرف سنگ مرمر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں اور یہاں غلاف پڑا رہتا ہے۔ ساتھ ہی ڈیرہ مجاور میاں فیروز دین سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخشؒ اور سامنے قبرستان آل اولاد حضرت شیخ ہندیؒ کی قبور ہیں۔ جو قبرستان مجاوراں کہلاتا ہے۔ مزار شریف کے اوپر لوہے کا بورڈ آویزاں ہے۔ جس پر تحریر ہے کہ آپؒ کا عرس مبارک 21 محرم الحرام کو ہوتا ہے۔ اہل لاہور اس مزار کے متعلق بہت کم جانتے ہیں۔

یہ تمام علاقہ قبرستان مجاوراں (حضرت داتا گنج بخش کے خلیفہ حضرت شیخ ہندیؒ کی اولاد کا قبرستان تھا۔ مگر مجاوروں نے یہ جگہ بیچ کھائی جو بچی اس پر رہائش اور کمرشل عمارتیں قائم کر رکھی ہیں اور چھوٹا سا قبرستان یہاں باقی رہ گیا ہے۔

سچ کہا علامہ اقبال نے:

قم بہ اذن اللّٰہ کہہ سکتے تھے جو رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گے یا گورکن

Marfat.com

قارئین سے گزارش ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری کے بعد اس عظیم ہستی کے مزار شریف پر بھی دعائے خیر کے چند کلمات ضرور کہتے جایئے (ابن راؤ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت ابوسعید ہجویریؒ

حضرت ابوسعید ہجویریؒ حضرت داتا ہجویریؒ کے رفیق خاص تھے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے اپنی تصنیف کشف المحجوب میں کئی مقامات پر آپ کو مخاطب فرمایا ہے۔ آپ کے بارے میں حضرت علی ہجویری کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ تمہاری درخواست کے مطابق مستعد ہوگیا اور اس کتاب سے تمہارا مقصود پورا کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرلیا اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے مجھے سوال کے قابل سمجھا اور اپنے واقعہ کے متعلق مجھ سے سوال پوچھا اور اس کتاب کی تالیف کی درخواست کی کیونکہ تمہارا مطلب اس سے فائدہ حاصل کرنا تھا لہٰذا تمہارے سوال کا حق ادا کرنا مجھ پر واجب ہوگیا۔ اس لیے میں نے کتاب لکھ کر تمہاری مراد پوری کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا اور اس کا نام کشف المحجوب رکھا۔ آپ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''سائل ابوسعید ہجویریؒ نے سوال کیا کہ ازارہ کرم مطلع فرمائیں کہ راہ تصوف کیا ہے؟ اس راہ پر چلنے والوں کو کون کون سی منازل اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ہر مقام کی کیفیت کیا ہے؟ اہلِ تصوف کے مختلف مدارج کی تفصیل کیا ہے؟ تصوف کے رموز وارشادات کیا ہیں؟ خداوند قدوس سے محبت کا مقام کیونکر حاصل ہوتا ہے؟ اور لوگوں میں محبت کا جزبہ کیسے پیدا ہوتا ہے؟ خدائے وحدہٗ لاشریک کی حقیقت و ماہیت تک عقل انسانی کی رسائی کیوں نہیں؟ نفس امارہ کی اصلاح کے کیا طریقے ہیں اور لوگ حقیقت سے آگاہی کے بعد اس طرف کیوں نہیں آتے؟ جولوگ حقیقت پالیتے ہیں ان کی روح کو تسکین کیسے نصیب ہوتی ہے اور دوسرے متعلقہ امور میں ان سب کا بیان کیجیے۔ ایک اور مقام پر

Marfat.com

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ میں تم پر قربان ہو جاؤں علم اور عمل کو جب تک یکجا نہ کریں تو علم پاکیزہ اوصاف نہیں ہوتا اور نہ اس کے حاصل کرنے والے کی زندگی میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے کتاب کا مطالعہ کرنے والے دوسرے لوگوں کی وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جن حکام خداوندی پر زور دیا گیا ہے ان کی ہمیشہ تکمیل کرتے رہو اور ہمت و توفیق عطا کرنا تو پروردگار عالم کے اختیار میں ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے حضرت ہجویریؒ کی عظمت کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی ہجویریؒ نے درحقیقت یہ کہا ہے کہ کشف المحجوب جیسی عظیم کتاب حضرت ابوسعید ہجویریؒ کے سوالات کی وجہ سے لکھی گئی۔ یعنی حضرت علی ہجویریؒ نے آپ کی رہنمائی کے لیے کشف المحجوب لکھی اور کئیمقامات پر آپ کا اسم مبارک نہایت پیار اور محبت کے ساتھ تحریر کیا۔ حضرت ابوسعید ہجویریؒ نے کس سن میں وصال فرمایا اس بارے میں ہمیں فی الحال کوئی مستند حوالہ نہ مل سکا ہے اس لیے آپؒ کا سن وصال تحریر نہیں کیا جا سکتا ہے البتہ آپؒ کی قبر شریف حضرت داتا علی ہجویریؒ کے مزار اقدس کے ساتھ تہہ خانے میں ہے۔ موجودہ گنبد (حضرت داتا گنج بخشؒ کے نیچے حضرت ابوسعید ہجویریؒ کی قبر کے نشانات ہیں۔ ساتھ ہی حضرت احمد حماد سرخیؒ کی قبر شریف کے نشانات ہیں۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت احمد حماد سرخیؒ

حضرت احمد حماد سرخیؒ حضرت داتا علی ہجویریؒ کے رفیق خاص تھے۔ آپ خراسان کے قدیم شہر سرخس جو نیشا پور اور مرو کے وسط میں واقع ہے کے رہنے والے تھے۔ شہر سرخس کا ذکر ابن بطوطہ نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ وہ وہاں گیا تھا۔ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور قیام لاہور کے دوران آپ حضرت علی ہجویریؒ کے ساتھ رہے شہر سرخس کے رہائش ہونے کی وجہ سے آپ سرخی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

ایک مرتبہ آپ حضرت علی ہجویریؒ کے ہمراہ ماورانہر کے سفر میں تھے کہ حضرت علی ہجویریؒ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے۔ حضرت احمد حماد نے فرمایا کہ میں اپنے زمانے میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو مجھے دونوں جہانوں میں کوئی خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے افضل سمجھتا ہوں۔

حضرت علی ہجویریؒ کشف المحجوب میں ایک دوسرا واقعہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت احمد حماد سرخیؒ سے دریافت کیا کہ تمہاری توبہ کس طرح ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں سرخس سے باہر جنگلوں میں چلا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جس دن میں کسی مسافر کو اپنے حصہ کا کھانا کھلا دیا کرتا تھا۔ وہ دن میرے لیے خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کا واقع ہے کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر بلندی پر جا بیٹھا اور اس نے

Marfat.com

چیخ ماری اس گرج سے ارد گرد کے درندے از قسم بھیڑیے لومڑ اور گیدڑ وغیرہ آ گئے ان کے آنے تک شیر نے اونٹ کو چیر پھاڑ ڈالا اور پھر دوبارہ بلندی پر جا بیٹھا اب تمام جانور اونٹ کا گوشت مزے لے لے کر کھانے لگے۔ جب وہ سب سیر ہو چکے گے تو شیر نیچے اُترا کہ وہ بھی کچھ کھا لے کہ اتنے میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اس طرف کو آ رہی تھی شیر واپس چلا گیا جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر آ گیا اور اس نے بھی تھوڑا سا گوشت کھایا میں دور سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ شیر میرے پاس آیا اور ایمائے ربانی سے یوں گویا ہوا اے احمد لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں تو انسان ہے تجھے لائق ہے کہ اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے حضرت احمد حماد سرخیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیر کی باتیں سنیں تو مجھ پر ایثار کے اسرار کھلے اور میں نے دنیا کے تمام معاملات سے توبہ کر لی اور یہی میری زندگی کا ابتدائی دن تھا۔ آپ کے وصال کے سال اور تاریخ کا معاملہ حضرت شیخ ابو سعید ہجویریؒ کی طرح ہے۔ حضرت احمد حمادی سرخیؒ کی قبر مبارک حضرت ابو سعید ہجویری کی قبر مبارک کے ساتھ تہہ خانہ میں حضرت علی ہجویریؒ کے مزار شریف کے ساتھ سبز گنبد کے نیچے موجود ہے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

سجادہ نشین حضرت علی ہجویریؒ

حضرت شیخ ہندیؒ

جب نظرِ کرم کی شیخ ہندی پر پڑی
کردیا قطرے سے دریا آپ نے یا گنج بخش

حضرت شیخ ہندی حضرت داتا گنج بخشؒ کے نائب مرید اور پہلے سجادہ نشین تھے۔ آپؒ کی پیدائش تقریباً 376ھ میں لاہور میں ہوئی۔ آپ ہندو راجپوت سورج بنسی (کشتری) خاندان سے تعلق رکھتے اور سلطان محمود غزنوی کے پوتے مجدد غزنوی کے دور میں نائب حاکم پنجاب تھے۔

قبول اسلام سے قبل آپ کا نام رائے راجو تھا۔ جس وقت حضرت علی ہجویریؒ لاہور تشریف لائے تو اُس وقت لاہور سمیت تمام صوبہ پنجاب میں رائے راجو کا طوطی بول رہا تھا۔ جس جگہ حضرت داتا علی ہجویریؒ کا مزار مبارک واقع ہے اُسی کے قریب رائے راجو کا ڈیرہ تھا۔ اُس زمانے میں دریائے راوی ڈیرے کے پاس سے گزرتا تھا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ رائے راجو کا ڈیرہ راوی کے کنارے واقع تھا۔ جس وقت رائے راجو کو یہ معلوم ہوا کہ اُس کے ڈیرے کے قریب ایک بزرگ ہستی نے ڈیرہ لگا لیا

Marfat.com

ہے اور یہ کہ مخلوق خدا اس بزرگ کی جانب راغب ہونا شروع ہوگئی ہے جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ اُن دنوں لاہور اور اُس کے گرد و نواح میں رائے راجو کا بڑا چرچا تھا۔ علاقے بھر کے لوگ بھینسوں کا دودھ اُسے دیتے تھے اور اگر کوئی ایسا نہ کرتا تھا تو اُس کے عمل سے بھینس کے تھنوں سے دودھ کی جگہ خون نکلنے لگتا اور لوگ اُسے خوب نذرانے دیتے۔ جلد ہی لاہور کے قریب وجوار میں یہ خبر پھیلی کہ شہر سے باہر اللہ کا ایک بندہ ہے جس کو دودھ دینے سے دودھ اللہ کی قدرت سے بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ دودھ میں برکت کی خاطر لوگ آپ کے پاس دودھ لانے لگے۔ حضرت داتا صاحبؒ اپنی ضرورت کا دودھ رکھ کر باقی لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور جب یہ لوگ گھروں میں اپنے میمل جانوروں کا دودھ دوہتے تو دودھ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتا تھا۔ یوں لوگوں نے رائے راجو کو دودھ دینا بند کر دیا۔ اس واقعہ کا علم ہونے پر رائے راجو سخت طیش میں آ گیا۔ اُس نے فوری طور پر سپاہیوں کو حکم دیا کہ حضرت داتا صاحبؒ کو شہر سے باہر نکال دیا جائے۔ رات ہوتے ہی سپاہیوں کا ایک دستہ حضرت داتا صاحب کے ڈیرے پر آ گیا۔ آپ اُس وقت اپنی جھونپڑی میں یادالٰہی میں مصروف تھے۔ اُنھوں نے رائے راجو (نائب حاکم پنجاب) کا پیغام حضرت داتا صاحبؒ کو پہنچایا کہ آپ فوراً یہاں سے نکل جائیں۔ حضرت داتا صاحبؒ نے فرمایا کہ میں یہاں خدا کے حکم سے آیا ہوں اور اب میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو خدا میرا محافظ و مددگار ہوگا۔ سپاہی یہ سُن کر طیش میں آ گئے اور اُنھوں نے آپ کی جھونپڑی کو آگ لگا دی مگر تمام کوششوں کے باوجود جھونپڑی کو آگ نے چھُوا تک نہیں۔ سپاہی یہ معاملہ دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ واقعی اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے اور واپس لوٹ کر رائے راجو کو تمام واقعہ سنایا۔ رائے راجو نے ڈانٹ ڈپٹ کر کے پھر سے جھونپڑی کو آگ لگانے کو اُنھیں بھیجا۔

اس مرتبہ جب سپاہیوں نے حضرت داتا گنج بخشؒ کی جھونپڑی کو آگ لگانا

Marfat.com

چاہی تو خدا کی قدرت سے رائے راجو کے محل میں آگ لگ گئی۔ یہاں تک کہ تمام تر کوششوں کے باوجود آگ پر قابو نہ پایا جا سکا۔ فوراً رائے راجو کو درویش کی جھونپڑی کو آگ لگانے والا واقعہ یاد آیا۔ پھر اُس نے خود حضرت داتا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ حضرت داتا صاحبؒ نے رائے راجو کو معاف کر دیا تو آگ فوراً ختم ہو گئی۔ اس کے بعد رائے راجو نے حضرت داتا صاحبؒ سے مقابلے کی ٹھانی۔ چنانچہ رائے راجو انتقامی جذبہ کے تحت حضرت داتا صاحبؒ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور آپ سے مقابلے کی ٹھانی۔ چنانچہ رائے راجو انتقامی جذبہ کے تحت حضرت داتا صاحبؒ کے سامنے آ کھڑا ہوا اور آپ سے مقابلے کا چیلنج کیا۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو میں تو اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں ہاں اگر تم میں کوئی خوبی ہے یا کوئی شعبدہ ہے تو ہمیں دکھاؤ۔ اس پر رائے راجو نے زبان سے کچھ پڑھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ ہوا میں اُڑتے ہوئے بلند ہونے لگا۔ پھر حضرت داتا صاحب نے مسکراتے ہوئے اپنے نعلین مبارک ہوا میں پھینک دیے جو ہوا میں اُڑتے ہوئے رائے راجو کے سر پر پڑنے لگے اور سر پر کفش کاری کرتے ہوئے اُسے زمین پر لے آئے۔ اس کرامت سے رائے راجو صدق دل سے متاثر ہوا اور حضرت داتا صاحبؒ کے قدموں میں گر گیا۔

پھر آپ نے رائے راجو کو سینے سے لگا لیا اور اُس کا قلب دین اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا اور نام عبداللہ لقب ''شیخ ہندی'' رکھا۔ جس وقت آپ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو اپنے ہمراہ اپنے چیلوں جن کی تعداد ایک لاکھ پچیس ہزار سے بھی زائد تھی حلقہ بگوش اسلام کرایا۔ پھر آپ کی بہترین ظاہر و باطنی تربیت فرمائی۔ قرآن پاک حفظ کروایا۔ تفسیر، فقہ، حدیث کی تعلیم دی۔ حضرت شیخ ہندیؒ نے باقی ماندہ زندگی کا تمام حصہ حضرت داتا صاحبؒ کی خدمت میں گزارا اور فیض پایا جو شاید کسی اور کو نصیب نہ ہوا۔ پھر آپ کا شمار اُس وقت کے اکابر اولیاء اللہ میں ہونے لگا۔

جس وقت حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنی پہلی مسجد تعمیر کروائی تو مسجد سے

Marfat.com

ملحقہ اپنے ساتھ حضرت شیخ ہندی کا حجرہ بھی تعمیر کروایا۔ جس وقت آپ کی عمر مبارک 80 سال ہوئی تو حضرت داتا صاحبؒ نے آپ کا سلسلہ نسب جاری رکھنے کی غرض سے 456ھ میں آپ کی شادی ایک عقیدت مند نومسلم گھرانے میں کروادی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ ہندیؒ کو ضعیف العمری میں اولادِ نرینہ سے نوازا۔ آپ کے صاجزادے کا اسم شریف بھی حضرت داتا گنج بخشؒ نے ''شیخ لطفی'' رکھا۔ حضرت شیخ لطفیؒ نے حضرت داتا صاحبؒ کی گود مبارک میں پرورش پائی۔ آپ شیخ لطفیؒ سے بے حد پیار فرماتے تھے۔ حضرت داتا صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت شیخ ہندیؒ نے آپ کے مشن کو جاری رکھنے کا فریضہ سرانجام دیا اور حضرت داتا گنج بخش کی تعمیر کردہ مسجد میں اکیس (21) برس تک امامت فرمائی اور عوام وخواص کو ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے نوازتے رہے اور لاکھوں غیر مسلموں کو تبلیغ اسلام کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ہر روز دس قرآن پاک کے علاوہ فقہ اور حدیث کی تعلیم فرماتے تھے۔ غریبوں، حاجت مندوں، مسکینوں اور یتیموں کی امداد فرما کر خوشی محسوس کرتے تھے۔ حضرت شیخ ہندیؒ نے 486ھ میں تقریباً 110 برس کی عمر میں وصال فرمایا۔

مقام مزار حضرت شیخ ہندیؒ

حضرت شیخ ہندیؒ کا مزار شریف حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار کے ساتھ گنبد سے باہر مشرق کی جانب زنانہ دیوار کے ساتھ مردانہ حصہ میں واقع ہے اور بالکل ساتھ آپ کے صاجزادے حضرت شیخ لطفیؒ کا مزار مبارک بھی ہے۔ دونوں مزار سنگ مرمر کی جالیوں کے کٹہرے میں واقع ہیں۔ آپ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 3.4.5 ربیع الاول کو منعقد ہوتا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد شیخ لطفیؒ سجادہ نشین مقرر

Marfat.com

رہوئے۔ حضرت شیخ لطفیؒ کے بعد حضرت شیخ عنایت اللہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ ولی الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ آپ ہی کے زمانہ میں لاہور تشریف لائے اور چلہ کشی فرمائی تھی۔ حضرت شیخ عنایت اللہ کے بعد حضرت شیخ نعمت اللہ سجادہ نشین مقرر ہوئے اور بارہ پشتوں تک ایک ہی اولاد ِ نرینہ چلتی رہی۔ مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت میں حضرت شیخ لطیف اللہ جو کہ بارہویں پشت کے بزرگ تھے نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دُعا فرمائی کہ اے خدا! حضرت داتا گنج بخشؒ کے طفیل اُن کی اولاد میں اضافہ فرمایا جائے۔ پھر دُعا قبول ہوئی اور اولاد میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا گیا جو آج تک جاری ہے۔ سجادہ نشین پہلے اندرون بھاٹی گیٹ کوچہ مجاوروں میں مقیم تھے۔ اب تقریباً دوسو سال سے دربار شریف کے قرب و جوار میں آباد ہیں۔ 1960ء عیسوی تک سجادہ نشین حضرات کو احاطہ دربار شریف حضرت داتا گنج بخشؒ میں ہی دفن کیا جاتا تھا۔ 1960 عیسوی تک سجادہ نشین حضرات کو احاطہ دربار شریف حضرت داتا گنج بخشؒ میں ہی دفن کیا جاتا تھا۔ 1960ء سے جگہ کی قلت کے باعث سجادہ نشین حضرات کو احاطہ دربار حضرت داتا گنج بخشؒ کے قریب تکیہ پیراز غائبؒ اور تکیہ کھڑکی پیر میں دفن کیا جاتا ہے۔ اس وقت مجاوروں نے قبرستانوں کی جگہ رہائشی عمارتیں اور کمرشل پلازے تعمیر کر لئے ہیں اور قبرستان محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔ (ابن راؤ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ لطفیؒ

حضرت شیخ لطفیؒ حضرت شیخ ہندیؒ کے واحد فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش حضرت علی ہجویریؒ کی حیات مبارکہ میں ہی ہوئی اور آپ کا بچپن حضرت علی ہجویریؒ کی گود مبارک میں گزرا۔ چونکہ حضرت علی ہجویریؒ کی اولاد پاک نہ تھی اسی لیے حضرت شیخ لطفیؒ کی پرورش نہایت ہی نازونعم سے ہوئی۔ حضرت علی ہجویریؒ آپ سے نہایت پیار کرتے تھے۔ آپ بڑے متقی پرہیزگار اور ولی کامل تھے۔ حضرت شیخ ہندیؒ کے وصال کے بعد آپ والد بزرگوار کی جگہ سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ شادی کے بعد آپ کی اولاد میں بھی صرف ایک فرزند ہوا جس کا نام شیخ عنایت اللہ رکھا گیا۔ آپؒ نے حضرت علی ہجویریؒ کے مزار شریف کو پختہ تعمیر کروایا اور اُسے مزید توسیع دی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ آپ ہی کے عہد میں لاہور تشریف لائے اور خانقاہ میں اعتکاف کی سعادت حاصل کی۔ حضرت شیخ لطفیؒ بڑے ملنسار، رحمدل اور حلیم الطبع ولی کامل و اکمل تھے۔ ایک روایت ہے کہ آپ کے ہندو عزیز و اقارب اور پنڈت وغیرہ نے آپ کو اسلام سے منحرف کرنے کے لیے ہر قسم کا لالچ دیا مگر آپ نے ان تمام پیشکشوں کو ٹھکرا دیا اور خدائے واحد کی یاد میں مشغول رہے اور بے شمار ہندوؤں کے دلوں کو ایمانی روشنی سے منور فرمایا۔

Marfat.com

مقام مزار حضرت شیخ لطفیؒ

حضرت شیخ لطفیؒ کا مزار شریف، حضرت علی ہجویریؒ کے مزار شریف کے ساتھ گنبد سے باہر مشرق کی جانب زنانہ دیوار کے ساتھ احاطہ غلام گردش مردانہ میں اپنے والد بزرگوار کے مشرقی پہلو کی طرف ہے۔ آپ اور آپ کے والد محترم کا مزار شریف سنگ مرمر کی جالیوں کے خوب صورت کٹہرے میں واقع ہے۔ دونوں قبروں کے سرہانے سنگ مرمر کے کتبے نصب ہیں۔ قبروں پر سبز غلاف چڑھا رہتا ہے جو پھولوں سے ڈھکا رہتا ہے۔

تاریخی تذکروں میں آپ کے وصال کے متعلق سال مہینہ اور دن معلوم نہیں ہوتا البتہ آپ کے والد گرامی کا سال وصال تذکروں میں 486ء ہجری درج ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال 3.4.5 ربیع الاول کو آپ کے والد گرامی کے عرس کے ساتھ ہی منایا جاتا ہے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ مراد اللہؒ

حضرت شیخ مراد اللہؒ، حضرت شیخ ہندیؒ کی گیارہویں پشت سے تھے۔ حضرت شیخ لطیف اللہؒ آپ کے واحد فرزند تھے۔ آپ نصیر الدین ہمایوں یا جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوئے ہیں۔ تذکروں میں صرف آپ کا نام ہی ملتا ہے۔ حالات زندگی کے بارے میں تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہوئیں۔

خیال ہے کہ آپ کی قبر خانقاہ حضرت علی ہجویریؒ میں واقع ہوگی مگر اب اس کے نشانات تک نہیں ملتے۔ (ابن راوٗ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ لطیف اللہؒ

تاریخی تذکروں میں حضرت علی ہجویریؒ کے پہلے سجادہ نشین وخلیفہ حضرت شیخ ہندی دوسرے حضرت شیخ لطفیؒ فرزند شیخ ہندیؒ کا ذکر ملتا ہے جس کے بارے میں پہلے تحریر کیا جا چکا ہے مگر بعد کے سجادہ نشینوں کے حالات نہیں ملتے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ لطفیؒ کے بعد شہنشاہ جلال الدین اکبر کے عہد میں حضرت شیخ لطیف اللہؒ حضرت علی ہجویریؒ کے خلیفہ واحد حضرت شیخ ہندیؒ کی بارہویں پشت سے ولی کامل تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام شیخ مراد اللہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ ہندیؒ کی اولاد بارہ پشتوں تک واحد ہی چلی۔ پھر جلال الدین اکبر کے دورِ حکومت میں حضرت شیخ لطیف اللہؒ جو بارہویں پشت سے ولی کامل تھے نے اللہ تعالیٰ سے اولاد کے اضافے کے لیے دُعا کی تو آپ کی دُعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور آپ کے ہاں اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا کیے جن کے نام شیخ سلیمانؒ اور حضرت شیخ عثمانؒ رکھے گئے۔ حضرت شیخ لطیف اللہؒ کے وصال کے سال مہینہ اور دن کے بارے میں تاریخی تذکروں سے واضح معلوم نہیں ہوسکا۔ البتہ خیال یہ ہے کہ وصال کے بعد آپ کی تدفین خانقاہ ہی میں ہوئی ہوگی مگر اب قبر مبارک کے بارے میں درست معلوم نہیں (ابن راوٌ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ سلیمانؒ

حضرت شیخ سلیمانؒ حضرت لطیف اللہؒ کے بڑے فرزند تھے۔ آپ اپنے دادا حضرت شیخ مرادؒ کے خاص مرید تھے۔ حضرت شیخ عثمانؒ آپ کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت شیخ سلیمانؒ کا مزار شریف غلام گردش مردانہ حضرت علی ہجویریؒ میں ہے۔ (ابن راؤ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ عثمانؒ

حضرت شیخ عثمانؒ، حضرت شیخ لطیف اللہؒ کے دوسرے فرزند تھے اور حضرت شیخ سلیمانؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت شیخ سلیمانؒ سے آپ کے دادا شیخ مرادؒ بہت پیار کرتے تھے اور وہ اُن کے مرید تھے تو آپ سے آپ کے والد گرامی بہت پیار کرتے تھے۔ آپ اپنے والد گرامی حضرت لطیف اللہؒ کے مرید تھے۔ تاریخی تذکروں میں آپ کے بارے میں صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ بڑے متقی، پرہیز گار صوفی بزرگ تھے۔ آپ حافظ قرآن پاک تھے اور دینی علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کا مزار شریف حجرہ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے سامنے واقع ہے۔ (ابن راوٗ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ مرادؒ

حضرت شیخ مرادؒ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں سجادہ نشین خانقاہ حضرت علی ہجویریؒ تھے۔ آپ اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے ایک شاہی فرمان کے ذریعے لاہور کے ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ آپ کے حالات زندگی اور وصال کے متعلق تاریخی تذکروں میں باوجود کوشش کے راقم کو خاطرخواہ معلومات نہیں ملیں۔

تذکروں کے مطابق آپ کے والد گرامی کا نام شیخ محمدؒ ملتا ہے۔ خیال ہے کہ آپ کی قبر بھی خانقاہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ ہی میں موجود ہوگی مگر قبر کی جگہ کے بارے میں معلوم نہیں ہوسکا۔ (ابن راوٴ)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ بڈھاؒ

حضرت شیخ بڈھاؒ پنجاب کے سکھ حکمران مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں خانقاہ حضرت علی ہجویریؒ کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شیخ ہاشمؒ تھا۔ آپ کل تین بھائی تھے۔ بھائیوں میں آپ ہی بڑے تھے۔ آپ صوم وصلوٰۃ، پابند شریعت اور درویش منش ولی کامل تھے۔ آپ کے بھائی حضرت محمد بخشؒ حضرت شاہ محمد چشتی نظامیؒ بسی شریف ہوشیار پور (بھارت) کے خاص مریدوں میں سے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت شیخ بڈھا حضرت پیر مہر علی شاہ کے ہاں مرید ہونے کی غرض سے تشریف لے گئے تو اُنھوں نے آپ کو مرید نہ فرمایا اور کہا کہ جب عروس البلاد قطب الارشاد لاہور آؤں گا تو حضرت علی ہجویریؒ کے ہاں یہ معاملہ پیش کروں گا۔ جو حکم ہوگا تعمیل ارشاد ہوگا۔ چنانچہ پھر جب حضرت پیر مہر علی شاہ لاہور حضرت علی ہجویریؒ کے مزار شریف پر تشریف فرما ہوئے تو یہ مسئلہ پیش کیا اور پھر حضرت شیخ بڈھاؒ کو بیعت کیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد حکومت میں آپ کا شمار اکابر اولیائے کرام لاہور میں ہوتا تھا۔ اسی دور میں حضرت میاں جیو (میرؒ) کے سجادہ نشینوں میں ایک نالش بابت حصہ داری دائر ہوئی۔ فریقین میں نواسہ ہائے حنیف شاہ اور اولاد مسماۃ فضل النساء تھے۔ حکام کی طرف سے حضرت شیخ محمد شادیؒ اور حضرت شیخ بڈھاؒ سجادہ نشینوں درگاہ معلّیٰ حضرت علی ہجویریؒ حضرت پیر کرم حسین شاہ سجادہ نشین حضرت شاہ حسین

Marfat.com

المعروف حضرت مادھولال حسین لاہوریؒ، حضرت شیخ حسین دینؒ سجادہ نشین، حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ حضرت کرم علی شاہ سجادہ نشین حضرت یعقوب زنجانی (صدر ایوان) اور حضرت شیخ عظیم شاہ سجادہ نشین حضرات بی بی پاک دامناںؒ منصفین مقرر ہوئے جنھوں نے شریعت مطہر کے مطابق مشترکہ فیصلہ دیا اور فریقین نے اُسے بسرو چشم تسلیم کیا

حضرت شیخ بڈھاؒ نے 7 رمضان المبارک 1270ھ میں وصال فرمایا۔ آپ حضرت اشرف شاہ صوباؒ کے فرزند تھے اور سکھ عہد حکومت میں پنجاب میں فقراء کے صوبیدار تھے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ آپ کا خاص معتقد تھا۔ (حضرت کرم حسین شاہؒ اور اشرف شاہ صوبا کے بارے میں تفصیلی حالات راقم کی کتاب ''حضرت شاہ حسین'' میں پڑھیے)

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت شیخ ضیاء الدینؒ

حضرت شیخ ضیاء الدینؒ حضرت علی ہجویریؒ کے سجادہ نشینوں میں سے تھے۔ آپ کی پیدائش 975ھ کے قریب ہوئی۔ آپ اپنے دادا بزرگوار حضرت شیخ محمدؒ کے مرید خاص اور حضرت شیخ ہندیؒ کی اولاد میں سے تھے حضرت شیخ ضیاء الدینؒ کے بارے میں فضل لاہوری نے اپنی تصنیف ''عین التصوف'' کے صفحہ 231 پر تفصیلی ذکر کیا ہے۔ حضرت فضل لاہوری لکھتے ہیں کہ آپ کے دستِ حق پرست پر ہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی عمر کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ آپ نے 120 سال عمر پائی۔ آپ فرماتے تھے کہ انسانیت خدمت سے عبارت ہے۔ مرگ الموت سے قبل آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر جاری تھا:

ہر چہ آید بر سرم چو تو ہندی اواست
ہندہ چہ دعویٰ کند حکم خداوند راست

حضرت شیخ ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ کا وصال 21 ذی قعدہ 1095ھ کے قریب ہوا۔ آپ کا مزار مبارک احاطہ درگاہ معلیٰ حضرت سید علی ہجویریؒ میں ہے۔

......☆☆☆......

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی مایہ ناز تالیف ''کشف المحجوب'' کے دیباچے میں حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی فخری ابن حکیم فقیر محمد چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ (17 نومبر 1999ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے حضرت داتا صاحب قدس سرہ کی عظیم الشان دینی خدمات اور روحانی عظمت کو چند اشعار میں جو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہ اُن (علامہ محمد اقبال) ہی کا حصہ ہے ذیل میں ان کے وجد آفرین اشعار ملاحظہ ہوں۔

سیّد ہجویر مخدومِ اُمم
مرقد اوپیر سجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گریخت
در زمینِ ہند تخم سجدہ ریخت
عہدفاروق از جمالش تازہ شد
حق زحرف او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزت اُم الکتاب
از نگاہش خانہء باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

Marfat.com

حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے اپنی شعری تصنیف ''مثنوی اسرار خودی'' میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ العزیز کی ایک حکایت بیان کی ہے اُس حکایت میں اُس نوجوان کا قصہ بیان کیا ہے جو مرو سے چل کر حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا اور حضرت داتا صاحبؒ سے دشمنوں کے ستم کی شکایت کی تھی جس پر شیخ موصوف نے اسے نصیحت فرمائی۔

راست می گویم عدو ہم یار تست
ہستی او رونق بازار تست

معروف شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے ''اسرار خودی'' کی شرح کرتے ہوئے بحث ''یازدہم'' میں ایک عنوان یوں مرتب کیا ہے۔

''اس نوجوان کی داستان جو مرو سے چل کر حضرت سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا۔''

میں (سید محمد عبداللہ قادری ولد نور محمد قادریؒ) چاہتا ہوں کہ اس بحث کو پورے کو پورا نقل کر دیا جائے۔ جو خالی از دلچسپی نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ ''بحث یازدہم'' ص 424 تا ص 431 تک محیط ہے۔

تمہید:

اس فعل میں اقبال نے اس نوجوان کی حکایت بیان کی ہے جو مرو سے چل کر حضرت سید علی ہجویری المقلب بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوا تھا۔

اگرچہ مخدوم الملت حضرت علی ہجویریؒ اور سلطان الہند حضرت خواجہ اجمیریؒ غایت مشہوریت کی بنا پر تعارف سے بے نیاز ہیں مگر حصول برکت و جلب سعادت کی غرض سے راقم الحروف ان کے تذکرے سے اپنی ناچیز تالیف کے اوراق کو مزین کرنا چاہتا ہے۔

Marfat.com

شہذم کہ در روز اُمید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

(سعدی)

تذکرہ شیخ ہجویریؒ:

ابوالحسن کنیت ہے علی اسم گرامیٰ ہے۔ غزنی کے قریب ہجویر نامی گاؤں میں ولادت ہوئی اس لیے ہجویری مشہور ہوئے۔ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد باطنی تعلیم ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی سے پائی۔ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان کے حکم سے تبلیغ واشاعت اسلام کے لیے لاہور تشریف لائے چند سال قیام کے بعد پھر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد پھر لاہور کو اپنے قدموں سے برکت بخشی اللہ تعالیٰ نے حضرت کے مواعیظ حسنہ میں وہ تاثیر عطا فرمائی تھی کہ ان کی بدولت ہزاروں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت کا معمول یہ تھا کہ صبح کو قرآن حکیم کا درس دیتے سہ پہر کو مبلغین اسلام کی ترتیب فرماتے تھے اور شام کو نماز مغرب کے بعد بھاٹی دروازہ کے باہر کھلے میدان میں وعظ کے پردہ میں غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ کم وبیش تیس سال تک سرزمین لاہور کو انوارِ اسلام سے منور کرنے کے بعد 1072 / 465ھ میں رحلت فرمائی۔

چونکہ سردار ملک بمعنی بود
سال رحلت برآید از ''سردار''

465ھ

حضرت کی تصانیف میں سے کشف المحجوب بہت مشہور اور مقبول ہے۔
محبوب الٰہی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ اگر کسی کو مرشد نہ ملتا ہو تو کشف المحجوب کو مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے مرشد مل جائے گا۔

Marfat.com

1914ء میں راقم الحروف (یوسف سلیم چشتی) سیہ کار اعتزال و فلسفہ کی سرحدوں سے گزر کر تشکیک والحاد کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا۔لیکن کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مسلک عشق ومحبت سے روشناس ہوا بعدازاں اقبال کے مطالعہ کی بدولت مرشد رومیؒ کی بارگاہ تک رسائی ہوگئی۔

اگر کسی کو خالص اسلامی تصوف سے آگاہی مقصود ہوتو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔انشاء اللہ گوہر مراد ہاتھ آجائے گا۔مزید تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔

دوسرے مصرع میں اقبال نے سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کی طرف اشارہ کیا ہے۔حضرت موصوف چھٹی صدی ہجری میں بلدہ، سجستان میں پیدا ہوئے اسی لیے سنجری مشہور ہوئے۔ یہ لفظ کثرت استعمال سے سنجری بن گیا چنانچہ اقبال نے ''پیر سنجر'' ہی لکھا ہے۔

عنفوان شباب میں، محبت الٰہی دل میں موجزن ہوئی۔ چنانچہ وطن سے نکل کر عراق تشریف لائے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے شرف بیعت حاصل کیا بیس سال تک غلاموں کی طرف اپنے مرشد کی خدمت کی تب جا کر سند ارشاد و ہدایت پر فائز ہوئے (لیکن یہ پرانے زمانہ کی باتیں ہیں عہد انگلش کی برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ آج کل مسند ارشاد پر فائز ہونے کے لیے کسی مرشد یا ہادی کی صحبت یا خدمت کی ضرورت نہیں ہے۔محض اڈیڑی کی بدولت ایک مسلمان ''صالح'' بن سکتا ہے اس کے بعد جماعت بنا کر ''امیر جماعت'' کے عہدہ پر فائز ہو جاتا ہے اور امارات کے بعد ہدایت کا درجہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے)۔

منازل سلوک طے کر لینے کے بعد مرشد کی معیت میں حج کی سعادت حاصل کی جب مدینہ منورہ میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں حضوری کی سعادت نصیب ہوئی تو بارگاہِ رسالت ﷺ سے بشارت ملی کہ ہندوستان جا کر تبلیغ واشاعت

Marfat.com

اسلام کا فریضہ انجام دو اسی لیے حضرت کا لقب ''سلطان الہند'' ہے کیونکہ اس اقلیم کی ولایت (بادشاہی) کا پروانہ خاص شہنشاہ کونین ﷺ کی بارگاہِ عالیہ سے صادر ہوا تھا اس وصفِ خاص میں ہندوستان کا کوئی روحانی پیشوا حضرت کا شریک نہیں ہے۔

یہ بشارت عظمیٰ پا کر حضرت اقدس عازم ہندوستان ہوئے اور براہ کامل و پشاور وارد لاہور ہو کر حضرت مخدوم الامم سید علی ہجویریؒ کے مزار مقدس پر معتکف ہوئے جب چلہ سے فارغ ہوئے تو ملتان تشریف لے گئے اور وہاں پانچ چھ سال قیام کر کے ہندی اور سنسکرت میں مہارت بہم پہنچائی تا کہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بوجوہ احسن انجام دے سکیں۔

ڈاکٹر آرنلڈ لکھتا ہے کہ خواجہ صاحب نے دلی سے اجمیر تک دوران سفر کم و بیش آٹھ سو ہندوؤں کو اسلام میں داخل کیا۔ 10 محرم 561ھ کو اجمیر میں نزول اجلاس فرمایا اور ستر سال تک کفرستان ہند کو نورِ اسلام سے منور کرنے کے بعد 6 رجب 632ھ کو رحلت فرمائی۔

حضرت کا آستانہ عالیہ گذشتہ سات سو سال سے مسلمانانِ ہند کی عقیدت کا مرکز بنا ہوا ہے اور بڑے بڑے سلاطین مثلاً اکبر اور شاہجہان نے عقبہ عالیہ پر جبہ سائی کو اپنے لئے باعثِ صد فخر و مباہات سمجھا ہے۔

حضرت کی ذاتِ بابرکات، عاشقوں کے لیے راحت اور مسرت کا سب سے بڑا منبع ہے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر کسی کو عشق رسول ﷺ سے بہرہ اندوز ہونے کی آرزو ہو تو سرخیل عشاق، خواجہ خواجگان، سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیری سے محبت کر کے تماشہ دیکھ لے جبھی تو حضرت گرامی ہوشیار پوری مرحومؒ نے یہ شعر لکھا ہے:

من بداماںِ معین الدین حسن دستے زدم
سیّد من، ہادی من، خضر من، مولائے من

Marfat.com

حکایت بیان کرنے سے قبل مرو کا مختصر حال بھی لکھ دوں تو مناسب ہے واضح ہو کہ یہ تاریخی شہر خیوا سے 300 میل کے فاصلہ پر وادی مرغاب میں واقع ہے اس شہر کو سکندر اعظم نے آباد کیا تھا مسلمانوں کے عہد عروج میں یہ شہر صوبہ خراسان میں شامل تھا اور کئی مرتبہ شاہان نے اس کو اپنا دارالحکومت بھی بنایا۔ لیکن 1786ء میں جب ازبکوں نے اس کو فتح کیا تو تباہ کر دیا چنانچہ آج تک اسے گذشتہ عظمت نصیب نہیں ہوسکی۔ دلی کی طرح کے آثار قدیمہ سینکڑوں میلوں کے رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ 1883ء میں جب روسیوں نے ترکستان فتح کیا تو یہ شہر بھی ان کے قبضہ میں آ گیا اس وقت شہر کی آبادی 20 ہزار سے کچھ زائد تھی۔

اقبال کہتے ہیں سید علی ہجویری مخدوم الامم ہیں۔ ان کے مزار سے حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ نے فیض حاصل کیا۔ انہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ کی۔

در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

جس طرح فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اسلام کو دنیا میں آشکار کیا۔ حضرت کے مشرف با سلام ہونے سے پہلے کسی شخص کو مکہ میں اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے کی جرأت نہیں تھی چنانچہ فردوسی لکھتا ہے۔

عمرؓ کرد اسلام را آشکار

بہار است گیتی جو باغ و بہار

اسی طرح حضرت علی ہجویریؒ نے ہندوستان میں اسلام کو آشکار کیا حضرت موصوف قرآن حکیم کی عزت کے محافظ تھے اور ان کی نگاہ کی تاثیر سے باطل مغلوب ہو گیا مختصر یہ ہے کہ۔

خاک پنجاب از دم اور زندہ گشت

ایک دن ایک نوجوان شہر مرو (ترکستان) سے چل کر حضرت کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دشمنوں میں محصور ہو گیا ہوں۔ اندریں حالات مجھے زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھائیے۔

یہ سن کر حضرتؒ نے جن کی ذات میں جمال کے ساتھ جلال کا رنگ بھی موجود تھ فرمایا کہ دشمنوں کا خوف اپنے دل سے بالکل نکال دو اور تمہارے اندر جو قوتیں خوابیدہ ہیں ان کو بیدار کرنے کا انتظام کرو۔ یعنی اپنی خودی کو مستحکم کر لو دیکھو! اگر تم اپنے آپ کو کمزور و ناتواں اور ضعیف تصور کرو گے تو رفتہ رفتہ ایسے ہی ہو جاؤ گے۔

سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد
شیشہ گروید و شکستن پیشہ کرد

اے عزیز! تو اپنے آپ کو کمزور مت سمجھ۔ جو شخص اپنے آپ کو ناتواں سمجھتا ہے قانون قدرت یہ ہے کہ اس کے دل سے مدافعت اور مقابلہ کی طاقت سلب ہو جاتی ہے اور رہزن بآسانی اسے مغلوب کر لیتا ہے۔ نیز تو اپنے آپ کو پانی اور مٹی سے مرکت مت سمجھو۔ تیرے اندر شعلہ طور پوشیدہ ہے۔ اس کو نمایاں کر دے تا کہ ایک دنیا تیرے سامنے سربسجود ہو جائے تو دشمن کو دشمن سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ۔

راست می گویم عدو ہم یار تست
ہستی او رونق بازارِ تست

دشمن بھی ایک رنگ میں تیرا دوست ہے کیونکہ اس کی بدولت تیری پوشیدہ قوتیں بروئے کار آ سکتی ہیں اگر دشمن نہ ہوتا تو ممکناتِ زندگی (فطری صلاحیتوں) کے اظہار کی کوئی صورت نہیں ہے اس لیے۔

کشت انسان را عدو باشد سحاب

اے نوجوان! اگر تو ہمت سے کام لے تو راستہ کا پتھر پانی کی طرح تیرے سامنے سے ہٹ جائے گا۔ یاد رکھ! کھانا پینا و رسونا یہ تو حیوانوں کی زندگی ہے نہ کہ

Marfat.com

انسانوں کی۔ جس انسان کی خودی مستحکم اور مستحکم نہ ہو اس کا وجود اور عدم دونوں یکساں ہیں۔

لیکن اگر تو اپنی خودی کو مستحکم کرے تو دشمنوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔

تو اگر خواہی جہاں برہم کنی

تو ساری دنیا کا مقابلہ کر سکتا ہے اور بفضل خدا کامیاب ہو سکتا ہے۔ اے نوجوان! اگر تو اپنی خودی کی حفاظت سے غافل ہو جائے گا تو انجام کار فنا ہو جائے گا پس اگر تو بقاء (ابدی زندگی) کا آرزومند ہے تو اپنی خودی کو مستحکم کر لے۔

گر فنا خواہی زخود آزاد شو
گر بقا خواہ بخود آباد شو

یہ شعر اس فصل کی روح رواں ہے کیونکہ اس میں اقبال نے اپنا سارا فلسفہ بند کر دیا ہے۔ اے نوجوان! موت جو ایک عالمگیر حقیقت ہے، یہ فراق جان وتن کا نام نہیں ہے جیسا کہ عموماً لوگ سمجھتے ہیں دراصل موت خودی کی تربیت سے غافل ہونے کا نام ہے۔

نوٹ: علامہ نے اس شعر کا پہلا مصرعہ مرشد رومیؒ اس مشہور شعر سے مستعار لیا ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن!
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن!

اقبال کہتے ہیں:

چیست مردن؟ از خودی غافل شدن
توچہ پنداری، فراق جان و تن

اے نوجوان! اگر تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اپنی خودی کو مستحکم کرے تو اسیری (غلامی) سے بادشاہ کے رتبہ کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ نصیحت جو حضرت موصوفؒ نے آج سے ہزار سال پہلے مرو کے نوجوان کو دی تھی۔

Marfat.com

یہی نصیب آج چودھویں صدی میں اقبال پاکستان کے نوجوانوں کو دے رہے ہیں۔فرق اتنا ہے کہ حضرت ہجویری کا مخاطب ان کی طرف متوجہ تھا اور اقبال کا مخاطب سینما کی طرف متوجہ ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

''راوی'' کے اقبال نمبر اپریل 1974ء میں میاں ایم اسلم (برادر میاں امیر الدین) اپنے ایک مضمون میں حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی زبانی، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمتہ کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''آپ (علامہ محمد اقبال) نے فرمایا کہ حضرت گرامی آئے ہوئے تھے اور حسب دستور میرے پاس مقیم تھے۔ ایک روز ہم دونوں صبح صبح گھر سے نکل کر حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کو چلے، بھاٹی دروازہ کے باہر ایک سفید ریش آدمی ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ میری جیب میں

ایک چونی تھا۔ میں نے وہ چونی اس کے ہاتھ پر رکھ دی لیکن اس نے چونی زمین پر پھینک دی اور ایک روپیہ مانگا۔ مانگنے کا انداز کچھ ایسا تھا کہ میرا قدم آگے کو نہ بڑھا۔ میں نے گرامی صاحب سے کہا کہ آپ دربار کو چلیئے میں آپ کے پیچھے پیچھے پہنچتا ہوں۔ گرامی صاحب نے کہا کہ وہ اسی جگہ میرا انتظار کریں گے۔ گھر دروازے کے قریب ہی تھا۔ میں نے گھر سے ایک روپیہ لیا اور واپس آ کر اس فقیر کو دے دیا۔ اس نے دعا دی پھر میں اور گرامی، حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر جا پہنچے۔ یہاں ہم کچھ دیر ٹھہرے اور فاتحہ پڑھ کر گھر واپس لوٹ آئے۔ اسی روز میرے منشی طاہر نے مجھے پانچ سو روپے کا نوٹ دیا اور کہا کہ ایک مقدمے والا آیا تھا اور وہ یہ پانچ سو روپے آپ کی فیس دے گیا ہے۔ حضرت گرامی جو میرے پاس بیٹھے تھے۔ بولے ڈاکٹر صاحب لیجئے آپ کو ایک کے پانچ سو مل گئے۔''

''روزگار فقیر'' کے مصنف فقیر سید وحید الدین، اپنے والد ماجد کی زبانی حضرت داتا گنجش بخشؒ اور حضرت علامہ محمد اقبالؒ کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

''کل صاحب میں اقبال کے ہاں گیا تو گویا میرے منتظر تھے۔ دیکھتے ہی

Marfat.com

کھل گئے اور کہا اچھا ہوا فقیر تم آ گئے۔ سنا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی درگاہ میں آج کل کوئی بہت روشن ضمیر بزرگ قیام رکھتے ہیں۔ ان سے ایک سوال کا جواب چاہتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ جب مسلمانوں سے یہ وعدہ ایزدی ہے کہ وہ اقوام عالم میں سرفرازی اور سربلند ہوں گے تو آج کل یہ قوم اتنی ذلیل خوار کیوں ہے۔ اچھا تم بھی ساتھ چلو، اکیلے زحمت کون کرے۔ میں نے حامی بھرلی اور چلنے کی تیاریاں شروع کر دیں...... داتا گنج بخشؒ کے سفر کا فیصلہ ہوتے ہی انہوں (علامہ اقبال) نے علی بخش کو آواز دی اور کہا دیکھو ہم باہر جا رہے ہیں ذرا جلدی سے فقیر کے لیے حقہ بھر دو اور بھاگ کر سوڈا لیمن وغیرہ لے آؤ۔ اس اہتمام میں حسب معمول جانے کتنا وقت نکل گیا۔ جب صبح سے دوپہر ہوگئی تو میں نے کہا بھئی اقبال تمہارا کہیں جانے کا ارادہ تو ہے نہیں یوں ہی وقت ضائع کر رہے ہو۔ میں تو اب گھر چلا! اقبال اس پر کچھ چونک سے پڑے اور کہا بھئی اب تو واقعی دھوپ تیز ہوگئی ہے۔ تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ لیکن یہ وعدہ کرو شام کو ضرور آؤ گے کچھ بھی ہو ہمیں ان بزرگ کے پاس ضرور جانا ہے۔ میں وعدہ کر کے چلا آیا۔ سہ پہر کو پھر پہنچا لیکن پھر اس طرح حقہ اور سوڈا لیمن میں دن ڈھل گیا۔

میں نے اقبال سے اس تساہل کا ذکر کیا تو اقبال بہت ہی انکساری سے کہنے لگے۔ بھئی اس دفعہ معاف کر دو صبح ضرور چلیں گے۔ اگلے صبح میں عمداً دیر سے پہنچا۔ گیارہ بجے کا وقت ہوگا اقبال کو دیکھا تو ان کی عجیب کیفیت تھی رنگ زرد، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ تفکر اور اضطراب کا یہ عالم کہ جیسے کوئی شدید سانحہ گزر گیا ہو۔ میں نے پوچھا خیر تو ہے ہے۔ کہنے لگے فقیر میرے قریب آ کر بیٹھو تو کہوں۔

''آج صبح میں بیٹھا کہ علی بخش نے آ کر اطلاع دی کہ کوئی درویش صورت آدمی ملنا چاہتا ہے۔ تو میں نے کہا بلا لو اور ایک درویش صورت اجنبی میرے سامنے خاموش آ کھڑا ہوا۔ کچھ وقفہ کے بعد میں نے کہا فرمائیے۔ آپ کو مجھ سے کچھ کہنا ہے۔

Marfat.com

اجنبی بولا، ہاں تم مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے۔ میں تمہارے سوال کا جواب دینے آیا ہوں اور اس نے مثنوی کا یہ مشہور شعر پڑھا۔

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند
تو ندانی اوّل آن بنیاد را ویراں کنند

کچھ پوچھو تو نہیں مجھ پر کیا گزر گئی۔ چند لمحوں کے لیے مجھے قطعی اپنے گرد و پیش کا احساس جاتا رہا۔ ذرا حواس ٹھکانے ہوئے تو بزرگ سے مخاطب ہونے کے لیے دوبارہ نظر اٹھائی لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ علی بخش کو ہر طرف دوڑایا لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔''

آخری عمر میں تو حضرت علامہ محمد اقبالؒ فنانی فی الگنج بخشؒ ہو کر رہ گئے تھے۔ ان دنوں میں ایک تو وہ ''کشف المحجوب'' کا بکثرت مطالعہ کرتے اور دوسرے 1936ء سے لے کر اس وقت تک جبکہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے ہر صبح کی نماز اپنے ایک عزیز دوست ڈاکٹر نیاز احمد کی ہمراہی میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی درگاہ میں ادا کرتے اور معمول میں کبھی ناغہ نہ ہوا۔

ہاں اگر وہ لاہور سے باہر گئے ہوں تو علیحدہ بات ہے۔ ڈاکٹر نیاز احمد سابق ڈائریکٹر انسٹیٹیوب آف ٹیکنالوجی پنجاب یونیورسٹی کی نواسی محترمہ شمائلہ امین صاحبہ اپنے ایک مضمون میں ''علامہ محمد اقبالؒ کے روانہ کے معمولات میں حاضری درگاہ داتا گنج بخشؒ کا یوں تذکرہ کرتی ہیں اپنے نانا کی وساطت سے:

''نانا محرم ایک بات جس کا وہ خاص طور پر ذکر کرتے تھے وہ علامہ اقبالؒ کی حضرت داتا گنج بخشؒ کے لیے عقیدت تھی۔ ایک بار جب علامہ اقبالؒ سے ملاقات کے لیے جاوید منزل گئے تو علامہ اقبال ''کشف المحجوب'' کا مطالعہ کر رہے تھے۔ نانا کو دیکھتے ہی پرنم آنکھوں سے بولے، دیکھو ڈاکٹر نیاز یہ کتاب نہیں یہ تو گنجینہ معنی ہے کیا خوبصورت پیغام کتنے سادہ لفظوں میں دیا گیا۔ مگر سمجھ نہیں آتی مسلمان اس قدر بے

Marfat.com

حس کیوں ہو گیا ہے۔ واللہ اگر ہم آج بھی داتا صاحبؒ کے تصوف کی گہرائی اور گیرائی سمجھ لیں تو اسلام کو سمجھنے میں دقت ہی کچھ نہ رہ جاتی۔

نانا مرحوم کہتے ہیں 22 فروری 1936 سے لے کر نومبر 1937ء تک یہ دستور رہا کہ میں صبح تین بجے کا الارم لگا کر سوتا 3 بجے گاڑی لے کر سیدھا جاوید منزل پہنچتا۔ پہلے ہی ہارن پر حضرت علامہ تشریف لے آئے۔ ہم دونوں نماز فجر داتا صاحبؒ کی درگاہ میں ادا کرتے۔ علامہ محمد اقبالؒ قرآن کا نصف پارہ تلاوت کرتے اور اُجالا ہونے پر میں انہیں ان کی اقامت گاہ پر چھوڑ کر واپس آتا۔ اس معمول میں اندھیرے، سویرے، گرمی، سردی، برسات میں کبھی فرق نہیں پڑا۔ نومبر 1937ء کے آغاز میں جوڑوں کے درد کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے جس سے یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

حضرت سیّد مغفور القادریؒ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے حضرت داتا گنج بخشؒ کی وساطت سے پہنچے۔ جناب سیّد اسرار بخاری اپنی تالیف ''حیات مغفور'' میں یوں تذکرہ فرماتے ہیں (جو ص 6 تا 64 تک پھیلا ہوا ہے) ملاحظہ فرمائیں۔

''آپ (سید مغفور القادریؒ) کو حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی ذات اور کلام سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، تقریباً سارا کلام اقبال زبانی یاد تھا۔ تحریر و تقریر میں اس کثرت سے حضرت علامہ کے اشعار سناتے کہ لوگ حیران رہ جاتے، خلوت اور تنہائی میں بارہا آپ کو کلام اقبال ترنم سے پڑھنے اور مضطرب انداز میں روتے دیکھا گیا۔ حضرت علامہ سے ملاقات کے انتہائی خواہش مند اور شائق تھے مگر اس کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ دوسری طرف دور دراز دیہاتی علاقے میں رہنے کی وجہ سے آپ کو اس بات کا قطعاً علم نہیں تھا کہ حضرت علامہ کے ہاں دنیاوی رکھ رکھاؤ اور تکلفات کے برعکس انتہائی سادہ، درویشانہ بلکہ قلندرانہ طریقہ رائج تھا۔ ہر شخص کے لیے رات دن دروازہ کھلا تھا۔ کسی پیشگی اجازت یا وقت مقرر کرنے کے مصنوعی طریقوں سے یہ

Marfat.com

عاشق رسول ﷺ بالکل نا آشنا تھا۔لیکن چونکہ آخری دور میں حضرت علامہ کی شہرت آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی تھی۔حضرت والا اپنے طور پر یہ سمجھوتے تھے کہ نہ معلوم حضرت علامہ کی خدمت میں حاضری کے لیے کتنی تگ ودود کرنی پڑے گی۔

1936ء کے آواخر میں حضرت والا لاہور تشریف لے گئے۔ظہر کے وقت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس کی زیارت کے لیے آستانہ عالیہ پہنچے آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جس شہر میں داخل ہوتے پہلے وہاں کے معروف بزرگ کے مزارات پر حاضری دیتے۔آپ نے مزارِ مبارک پر مراقبہ فرمایا تو دل میں غیبی تقاضا ہوا کہ ابھی ابھی علامہ اقبال کی خدمت میں جائیے۔اس زمانے میں حضرت علامہؒ جاوید منزل میں منتقل ہو چکے تھے۔آپ (سیّد مغفور القادریؒ) ایک خادم کے ہمراہ اسی وقت جاوید منزل کے لیے روانہ ہو پڑے۔

مغرب سے تقریباً آدھ گھنٹہ قبل آپ جاوید منزل پہنچے۔جوں ہی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئے آپ نے دیکھا کہ حضرت علامہ برآمدے میں کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔آپ نزدیک ہوئے اور سوچنے لگے کہ حضرت علامہ سے کس طرح اپنا تعارف کراؤں۔اتنے میں حضرت علامہؒ نے خلاف معمول فرمایا، آیئے آیئے شاہ صاحب میں آپ کا انتظار کررہا ہوں۔یہ فرماتے ہوئے حضرت علامہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور ان کی آواز گلوگیر ہوگئی۔حضرت مغفوری القادریؒ یہ معاملہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے کہ نہ میری جان نہ پہچان نہ پہلے سے وقت مقرر کیا ہے۔میری انتظار کے کیا معنی! اندر پہنچے تو کمرے کی سادگی دیکھ کر آپ متعجب ہوئے۔بیٹھتے ہی حضرت علامہ فرمانے لگے۔شاہ صاحب، کچھ سنایئے''حضرت والا نجی محافل میں یا کسی شخصیت کی خواہش پر کبھی کبھی انتہائی پُرسوز اور خوبصورت انداز میں مثنوی، نعتیہ کلام اور کافیاں پڑھتے تھے۔آپ نے یہ اشعار شروع کیے۔

سید و سرور محمد نورِ جاں　　مہتر و بہتر شفیع مجرماں

Marfat.com

مہترین و بہترین انبیاء جز محمد نیست در ارض و سما

حضرت علامہؒ کی آنکھوں سے آنو رواں تھے اور وہ انتہائی کیف وجذب کی حالت میں تھے۔ اس کے بعد آپ نے سچل سرمست فاروقی کی ایک کافی کے چند مصرعے پڑھے تو حضرت علامہؒ کا ضبط ٹوٹ گیا اور دھاڑیں دیر بعد حضرت والا نے دریافت کیا کہ حضرت ذرا اس راز سے تو پردہ اُٹھائیے کہ جان پہچان کے بغیر میرے انتظار اور تعارف میں کیا حکمت ہے۔

حضرت علامہؒ نے فرمایا ''شاہ جی بات کچھ نہیں گذشتہ رات مجھے خواب میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی زیارت ہوئی انہوں نے آپ کی شکل دکھاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ مغرب کے وقت سلسلہ قادریہ کے ایک دردمند درویش کو تمہارے پاس بھجوار ہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا، آپ کی ٹوپی (محض قادری ٹوپی) میرے لیے خاص نشانی تھی۔ وقت سلسلہ قادریہ کے ایک دردمند درویش کو تمہارے پاس بھجوار ہا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا، آپ کی ٹوپی (محض قادری ٹوپی) میرے لیے خاص نشانی تھی۔ آپ جوں ہی کوٹھی کے احاطے میں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو پہچان لیا ہے۔ میں تو صبح سے آپ کے انتظار میں تھا اس کے بعد کچھ دیر وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخر میں صوفیائے کرام کے مختلف سلاسل پر بات چل نکلی تو حضرت علامہ نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ تمام سلاسل کا جامع سلسلہ ہے اور بالآخر یہی سلسلہ غالب آجاتا ہے۔ حضرت علامہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اسی سلسلہ سے فیض ملا ہے۔

محفل کے آخر میں حضرت والا نے علامہؒ سے فرمایا کہ میرے حق میں دعا کیجئے اس پر حضرت علامہ رونے لگے اور فرمانے لگے کہ شاہ صاحب آپ ہی دعا فرمائیں۔ اس کے بعد آپ واپس آگئے لیکن حضرت علامہ سے اس مختصر ملاقات کا ہمیشہ مزہ لے لے کر ذکر فرماتے اور اکثر اوقات آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ افسوس! ہماری قوم اقبال کی زندگی میں نہ پہچان سکی۔''

☆☆☆

Marfat.com

حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے خادم خاص میاں علی بخش نے اپنی زندگی میں حضرت علامہؒ کے ہاں ایک ایسا ناقبل فراموش واقعہ دیکھا جسے میاں علی بخش عمر بھر یاد کرتے رہے۔ ایک دن نصف شب کا واقعہ ہے۔ جس میں ایک بزرگ حضرت علامہؒ کے کمرہ میں تشریف رکھتے تھے دوسرے بزرگ بازار میں لسی کی دوکان لگائے بیٹھے تھے۔ یہ واقعہ بہت مشہور اور زبان زد عام ہے۔

مئی 2000ء کے ماہنامہ روحانی ڈائجسٹ کراچی میں سید مہر علی کا ایک مضمون دریا دل، شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے علامہ کے ہاں واقعہ نصب شب تحریر کیا ہے۔ جو اُدھورا چھوڑ دیا ہے۔ یہ نہیں بتا سکتے دونوں بزرگ کون تھے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازیؒ کو راوی لکھا ہے۔ میں (سد محمد عبداللہ قادریؒ) واقعہ کی تہہ تک جانا چاہتا ہوں کہ اصل واقعہ کیا ہے ہماری خوش قسمتی ہے کہ نیازی صاحب ہم میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل شانہ، انہیں صحت والی عمر عطا فرمائے بجاہ سید المرسلین ﷺ اس وقت نیازی صاحب کی عمر تقریباً 85 سال ہے۔

میں نے 9 اگست 2000ء کو مولانا نیازی صاحب کو ''واقعہ نصب شپ'' کے سلسلہ میں ایک خط بذریعہ جناب ظہور الدین، مکتبہ رضویہ 2/24 سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور روانہ کیا۔ کیونکہ ظہور الدین صاحب کی مولانا نیازی صاحب سے پرانی نیاز مندہ ہے اکثر و بیشتر ملاقات کرتے ہیں۔ مولانا کی کتاب ''اتحاد بین المسلمین''، بھی شائع کر چکے ہیں۔

Marfat.com

اس تحریر کے وقت حضرت مجاہد ملت زندہ تھے اب جبکہ وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہیں۔

رقم الحروف کے والد مکرم نامور محقق و نقاد ماہر اقبالیات سید نور محمد قادرؒ (المتوفی 15 نومبر 1996ء) چک نمبر 15 شمالی ضلع منڈی بہاؤ الدین اور راقم کے سے بھی ظہور الدین خاں کے دیرینہ علمی و ادبی مراسم ہیں الحمد للہ یہ تعلقات آج تک بڑی گرم جوشی سے قائم ہیں۔

جناب ظہور الدین خاں میرا خط لے کر مولانا نیازی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں میرا خط سنایا تو نیازی صاحب نے اپنی یادداشت کے مطابق اصل واقعہ لکھوا دیا۔ نیازی صاحب کا کہنا مستند ہے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں۔

ظہور الدین خاں نے مجھے بذریعہ خط مورخہ 18 اگست 2000ء جواب روانہ کیا ملاحظہ فرمائیں۔

2/24

سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور

برادرم سید محمد عبداللہ قادری زید مجدکم

سلامت ورحمت

مولانا نیازی صاحب (محمد عبدالستار خاں) خوش قسمتی سے ان دنوں لاہور میں ہی تھے پچھلے دنوں نواب زادہ نصر اللہ خاں کی A.P.C کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جونہی میں نے آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کا معاملہ ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے فوراً واقعہ لکھوانا شروع کر دیا۔

احقر نے واقعہ آپ کے مرسلہ واقعہ کی پشت پر لکھنا شروع کر دیا۔ جلدی میں لکھا ہے امید ہے پڑھا جائے گا۔

گوجرانوالہ کے جس بزرگ نے واقعہ نیاز صاحب سے بیان کیا تھا۔ اس

Marfat.com

وقت زندہ نہیں ہیں اور ان کا نام بھی مولانا کو بھول گیا ہے۔ یاد نہیں آ رہا۔ ان کی اولاد بیٹے وغیرہ موجود ہیں۔

والسلام مع الاکرام
ظہور الدین

☆☆☆

Marfat.com

واقعہ نصف شب کی کہانی مولانا نیازی صاحب کی زبانی

اصل واقعہ:

گوجرانوالہ کے ایک بزرگ علی بخش کے پاس آئے اور کہا مجھے علامہ محمد اقبال کی زندگی کے کچھ واقعات بتاؤ علی بخش نے جواب دیا کوئی بات ایسی نہیں رہ گئی۔ جو مجھ سے علامہ محمد اقبال نے بیان نہ کی حتیٰ کہ مجھے ان کے شب و روز خوراک کا حال بھی یاد ہے۔ ایسی کوئی بات یاد نہیں جو بیان نہ کی ہو اور آپ کو بتاؤں۔ جب اُس بزرگ نے اصرار کیا تو علی بخش نے کہا۔ ہاں ایک واقعہ ایسا ہے جو پیش آیا مگر علامہ محمد اقبال نے اُس کی تفصیلات نہیں بتائیں۔

ایک روز وہ میری فداکارانہ خدمت سے مسرور تھے اور مجھے کہا علی بخش بتاؤ تمہیں کیا بتاؤں تاکہ تم خوش ہو جاؤ میں نے جواب دیا کہ جو معاملہ آپ کو ایک دن نصف شب کو پیش آیا تھا اور میں نے اس کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ اب بتانا چاہتا ہوں مگر اس شرف کے ساتھ میرے حین حیات (عمر بھر) کسی کو نہ بتایا البتہ میری زندگی کے بعد بتا سکتے ہو۔

جس رات کا ذکر ہے وہ یوں ہے ایک روز نصف شب آپ (علامہ محمد اقبال) بستر پر لیٹے ہوئے بے حد بے چین اور مضطرب تھے، دائیں بائیں پلٹتے تھے۔ یکا یک آپ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کوٹھی (میکلوڈ روڈ) کے باہر گیٹ کی طرف نکل گئے میں بھی پیچھے چلا گیا۔ اتنے میں ایک پاکیزہ بزرگ اندر داخل ہوئے ان کا لباس خوبصورت سفید تھا انہیں آپ نے پلنگ پر بٹھا دیا اور خود نیچے ان کے پاؤں میں بیٹھ

Marfat.com

گئے اور اس روحانی بزرگ کے پاؤں دبانے لگے اور اسی دوران علامہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کے لیے کیا لاؤں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دہی کی لسی بنا کر پلا دو۔ اس پر میں نے علی بخش کو کہا جگ لے کر جاؤ اور باہر سے لسی بنوا کر لے آؤ۔

میں (علی بخش) حیران تھا کہ اس وقت لسی کہاں سے حاصل کروں بھاٹی گیٹ جا کر مسلمانوں کی کسی دوکان سے بنوا کر لے آؤں یا لاہور اسٹیشن جا کر کسی مسلمان سے بنوا کر لے آؤں۔ جونہی میں باہر نکلا تو کوٹھی کے سامنے ایک بازار دکھائی دیا۔ بازار میں مجھے ایک لسی والے کی دکان نظر آئی۔ میں اس کے پاس چلا گیا اور اسے کہا کہ مجھے جگ میں لسی بنا کر دے دو۔ اس نے جگ مجھ سے لے لیا جگ کو اچھی طرح دھویا اور پھر ایک دہی کی مٹنک (کونڈا) اٹھا کر پانے گڑوے میں لسی بنا کر مجھے جگ میں بھر کر دے دی۔

میں (علی بخش) نے اس کے پیسے پوچھے تو سفید ریش بزرگ دوکاندار نے جواب دیا کہ علامہ محمد اقبال سے ہمارا حساب چلتا رہا ہے تم لے جاؤ اور ان کو پیش کر دو۔ میں جگ لے کر آیا تو حضرت علامہ کو پیش کر دیا۔ حضرت علامہ نے ایک گلاس پھر ان سفید ریش روحانی بزرگ کو پیش کیا۔ انہوں نے پی لیا اور پھر دوسرا گلاس بھر کر دیا وہ بھی انہوں نے پی لیا۔ جب تیسرا گلاس بھرا تو بزرگ نے فرمایا خود پی لو۔ کافی دیر تک علامہ صاحب اس بزرگ کے پاؤں دباتے رہے اور باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ بزرگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کوٹھی سے باہر نکلنے کے لیے چل دیے۔ علامہ صاحب بھی ان کے ساتھ نکلے میں بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔ کوٹھی سے باہر وہ بزرگ نکلے تو پھر غائب ہو گئے میں حیران کہ یہ کون ہیں کہاں چلے گئے اور پھر سامنے وہ دوکاندار بھی نہ تھا جس نے مجھے لسی بنا کر دی تھی۔

میں نے پوچھا حضرت (علامہ محمد اقبال) یہ بزرگ کون تھے اور دوکان پر بیٹھے سفید ریش بزرگ کون تھے۔

Marfat.com

علامہ صاحب نے فرمایا کہ میں ان کے نام بتاتا ہوں لیکن میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا۔ جو بزرگ کوٹھی میں تشریف لائے اور لسی پی وہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری تھے اور جس بزرگ نے لسی بنا کر دی وہ داتا گنج بخش علی ہجویری ہیں۔

یہ سارا واقعہ گوجرانوالہ کے اس بزرگ کو علی بخش نے بتایا اور پھر گوجرانوالہ کے اس بزرگ نے یہ واقعہ مجھے (عبدالستار خاں نیازی) کو بتایا۔

(مولانا) عبدالستار خاں

تحریر: ظہور الدین خان 18 اگست 2000ء

میرا مضمون "علامہ محمد اقبال کے ہاں وقعہ نصب شہ ماہ نامہ ضیائے حرم لاہور جنوری 2003ء، مجلّہ انوار رضا جوہر آباد، نیازی نمبر میں شائع ہوا تو حافظ آبادی کے جناب مکرم محمد یوسف حضوری صاحب کی نظر سے گزرا تو انہوں نے ازراہِ عنایت مجھے خط تحریر کیا۔ خط کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

رقم الحروف (محمد یوسف حضوری) آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کا تجسس دور کر رہا ہے۔ مولانا نیاز مرحوم 12 اپریل 1987ء کو حافظ آباد تشریف لائے تھے وہ ڈاکٹر محمد حسین بھٹی چشتی گولڑوی (31 مارچ 1987ء) کے ختم قل کی تقریب میں بیان فرمارہے تھے اس خطاب میں چونکہ ڈاکٹر بھٹی مرحوم کے ایصال ثواب کی بات تھی۔ اسی حوالہ سے مولانا نیازی نے داتا صاحب علیہ الرحمتہ، خواجہ اجمیری علیہ الرحمتہ سے علامہ اقبال کی عقیدت کا واقعہ، ڈاکٹر محمد حسین بھٹی کی زبانی سنایا تھا۔ راقم الحروف (محمد یوسف حضوری) نے ازاں بعد اسے رشید محمود نے ماہنامہ "نعت" لاہور کے لیے کاپی منگوائی تھی۔ وہ گوجرانوالہ کی شخصیت ڈاکٹر محمد حسین بھٹی مرحوم ہی تھے۔ جس کا ذکر نیازی صاحب نے کیا کیونکہ حافظ آباد 1993ء سے قبل ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل تھی اور مولانا عبدالستار خاں نیازی مرحوم کے مطابق اس واقعہ کے راوی، مندرجہ ذیل لوگ ہیں۔ علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ، علی بخش رحمتہ اللہ علیہ (خادم خاص علامہ

Marfat.com

اقبال)۔

ڈاکٹر محمد حسین بھٹی حافظ آبادی اور مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمتہ اللہ علیہ جناب ظہور الدین خان صاحب 2/24 سوڈی وال کالونی ملتان روڈ لاہور نے ایک واقعہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے متعلق تحریر کر کے راقم السطور کو روانہ کیا ہے۔

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمتہ کی کتب بانگ درا وغیرہ کی کتابت معجز رقم خطاط استاد یگانہ عبدالمجید پروین رقم کرتے تھے۔ حضرت علامہؒ اپنے مجموعوں (کلام) کی کتابت میں بھرپور دلچسپی لیتے تھے کیونکہ خراب کتابت شاعری کے حسن کو دھندلا دیتی ہے۔

اب واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ جناب ظہور الدین خاں کو پروین رقم مرحوم کے شاگرد خوشی محمد ناصر قادری مرحوم نے ایک واقعہ سنایا۔ جو انہوں نے اپنے استاد کی زبانی سنا تھا۔ یہ واقعہ خواب کا ہے۔

میرے (خوشی محمد ناصر قادری) استاد مکرم عبدالمجید پروین رقم، حضرت علامہ محمد اقبال کی کتب کی کتابت کیا کرتے تھے۔ جتنی کتابت کر لیتے تھے وہ میرے ہاتھ (ذریعہ) حضرت علامہؒ کی خدمت میں بھجواتے تھے۔ ان دنوں حضرت علامہ اقبال منزل، گڑھی شاہوں میں مقیم تھے۔ ایک دفعہ کسی وجہ سے میرے استاد، حضرت علامہ محمد اقبال سے ناراض ہو گئے اور حضرت علامہ سے کہا کہ میں آئندہ آپ کا کام (کتابت) نہیں کروں گا۔ چند دنوں بعد میرے استاد مکرم پروین رقم نے مجھے بتایا کہ ایک روز خواب میں مجھے (پروین رقم) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ ملے اور مجھے فرمایا (ہدایت کی) پروین رقم علامہ محمد اقبال کا کام نہیں چھوڑنا بلکہ کرتے رہنا۔

مجھے (ظہور الدین) خوشی محمد ناصر قادری مرحوم نے ایک اور واقعہ سنایا کہ

Marfat.com

جب میں حضرت علامہؒ کے ہاں کتابت لے کر جایا کرتا تھا تو ایک دن میں نے علی بخش خادم خاص حضرت علامہ سے پوچھا کہ حضرت علامہؒ آپ کو کتنی تنخواہ دیتے ہیں۔ تو علی بخش نے جواب دیا جتنی ضرورت ہوتی ہے دے دیتے ہیں۔

جناب خوشی محمد ناصر قادری کو ان کے استاد گرامی پروین رقم نے ضرور واقعہ سنایا ہوگا۔

روحانی تصرف تو موجود ہے اور ہر دور میں رہے گا بزرگ شخصیات کسی نہ کسی طرح حکم صادر فرماتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ ہم میں موجود نہیں ہیں ان کی توجہات برابر رہنمائی کرتی رہتی ہے۔

جناب ظہور الدین خاں، مزید لکھتے ہیں کہ میں نے مذکورہ واقعہ آپ (سید محمد عبداللہ قادری) کے والد گرامی قدر نامور محقق و نقاد سید نور محمد قادری علیہ الرحمتہ کو سنایا تھا تو سید صاحبؒ فرمانے لگے کسی وقت یہ واقعہ جناب خوشی محمد ناصر قادری صاحب کی قلم سے لکھوا لو میں اپنی سستی و کاہلی کے باعث ایسا نہ کرسکا اب وہ ہم میں موجود نہیں ہیں۔ میں اس موضوع کو حضرت علامہ محمد اقبالؒ کے ایک شعر پر ختم کرتا ہوں۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گا

اس شعر کا انگریزی میں ترجمہ مولانا محمد بخش مسلم (بی اے) نے یوں کیا ہے۔

Lips cannot disclose what is being observed by eyes.
There will be most amazing and wounderful chang in the world.

☆☆☆

Marfat.com

حضرت علی ہجویریؒ کے عرس مبارک پر دودھ کی سبیل

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش ہونے والے نذرانوں میں دودھ کا نذرانہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے جو عرس مبارک کے ایام میں لاکھوں من کی مقدار میں حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کے طور پر زائرین کی تواضع کے لیے عقیدت مندان، شیر فروش حضرات اور گوجر بادری کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ اسلام کی خاطر غزنی سے لاہور تشریف لائے۔ جس جگہ آپ کا پانی والا چشمہ ہے وہاں درخت کے سایہ میں قیام فرمایا۔ ان دنوں شہر لاہور اور گردونواح کے لوگ اپنے مویشیوں کا ایک وقت کا دودھ لاہور کے ہندو جوگی رائے راجو (شہر کوتوال) کو دیا کرتے تھے۔ آپ کے قیام کے تیسرے دن ایک بڑھیا دودھ اٹھائے جوگی کو دینے جارہی تھی۔ حضرت نے بلا کر پوچھا تو بڑھیا نے جواب دیا کہ میں یہ دودھ لاہور کے کوتوال رائے راجو جوگی کو دینے جارہی ہوں۔ اگر میں نے یہ دودھ نہ دیا تو میرے جانور دودھ کی بجائے خون دینا شروع کردیں گے۔ حضرت نے فرمایا یہ دودھ مجھے دے دو تمہارے اجنور خون نہیں دیں گے۔ حضرت کی بات کا بڑھیا پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ دودھ پیش کر کے واپس چلی گئی۔ بڑھیا نے گھر پہنچ کر شام کو دودھ دوہنا شروع کیا تو بجائے خون آنے کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہوگیا۔ اس بات کی خبر بڑھیا نے شہر کے دوسرے لوگوں تک پہنچائی تو انہوں نے حضرت کی خدمت میں دودھ پیش کرنا شروع کردیا۔ جب شہر کے

Marfat.com

کوتوال رائے راجو مذکورہ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے اپنی شعبدہ بازیوں کے حضرت کو اٹھانے کی کوشش کی مگر آپ نے اپنی کرامات سے زیر کر کے اُسے مسلمان کرلیا اور آپ کا لقب شیخ ہندیؒ رکھا اور آپ کو خلاف عطا فرمائی۔ ان کو دیکھتے ہوئے شہر کے لوگ جوق در جوق مسلمان ہونا شروع ہو گئے۔ داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سب سے پہلی نذر دودھ کی قبول فرمائی۔ چنانچہ پنجاب بھر کی گوجر برادری اور شیر فروش اس روایت کو صدیوں سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ سارا سال اور عرس کے موقع پر خصوصاً تین دن دوروز دیک سے لاکھوں من دودھ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ گزشتہ کئی عشروں سے گجر برادری اپنی والہانہ عقیدت واحترام کا اظہار کرتے ہوئے باقاعدہ سبیل دودھ کا اہتمام کرتی ہے اور اس سبیل کا عرس کے موقع پر نہایت اعلیٰ انتظام کیا جاتا ہے اور امسال بھی یہ سبیل تین دن تک متواتر جاری رہے گی جس سے زائرین بھرپور استفادہ کریں گے۔

چنانچہ حلقہ لاہور کی تمام گجر برادری دیگر ممبران ایسوسی ایشن وآرھتیان شیر فروش لاہور و بیرون لاہور، مریکے، کاموں کے، ایمن آباد، گوجرانوالہ، ڈسکہ، سیالکوٹ، فاروق آباد، پنڈی بھٹیاں، سرگودھا، شرقپور شریف، کھنڈا موڑ، جڑانوالہ، نیاز بیگ، علاقہ نواب صاحب، چوہنگ، مانگا منڈی، بھائی پیرو، پتوکی، وزیرآباد، نارووال، نارنگ منڈی، شیخوپورہ، مانانوالہ، شاہ کوٹ، فیصل آباد، رینالہ خورد، کرمانوالہ، اوکاڑہ، ساہیوال، پاک پتن شریف، رائے ونڈ، راولپنڈی، کوٹ رادھا کشن، کاہنا کاچھا، للیانی، قصور، ٹھینگ موڑ، چونیاں، برکی ہڈیارہ، جلوموڑ، واہگہ، ملتان، خانیوال، پسرور، لالہ موسیٰ، گجرات، کھاریاں اور جہلم کی تمام مضافاتی بستیوں کے شیر فروش حضرات نے تین یوم کا دودھ عرس مبارک کے لیے وقف کر رکھا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

ریفرنس گیلری

1۔	کشف المحجوب	حضرت علی ہجویریؒ
2۔	سکینۃ الاولیاء	شہزادہ دارالشکوہ
3۔	حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
4۔	بزرگان لاہور	پیر غلام دستگیر نامی
5۔	اولیاء لاہور	محمد لطیف ملک
6۔	تحقیقات چشتی	مولوی نور احمد چشتی
7۔	تاریخ لاہور	سید محمد لطیف
8۔	تاریخ لاہور	کنہیا لاہور ہندی
9۔	تذکرہ علماء لاہور	محمد دین فوق
10۔	تذکرہ اولیاء لاہور	عالم فقیری
11۔	لوہ کوٹ سے لاہور تک	راؤ جاوید اقبال
12۔	بزم اولیاء لاہور	راؤ جاوید اقبال
13۔	لاہور میں مدفون ہندو شخصیات	راؤ جاوید اقبال

☆☆☆

Marfat.com

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی ہجویری

المعروف

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت داتا گنج بخش

تحریر و تحقیق: راؤ جاوید اقبال

Marfat.com